مُلا نصرالدین

بچوں کے لیے پتلیوں کے کھیلوں کا سلسلہ

از
نعیم طاہر

(یہ سلسلہ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور سے 1966ء میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔
اور جناب ظہیر بھٹی نے اسے پروڈیوس کیا)

Scanned with CamScanner

مُلا نصرالدین

بچوں کے لیے پتلیوں کے کھیلوں کا سلسلہ

از
نعیم طاہر

(یہ سلسلہ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور سے 1966ء میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔
اور جناب ظہیر بھٹی نے اسے پروڈیوس کیا)

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Scanned with CamScanner

891.4392 Tahir Naeem
Mulla Naseer ul Din / Naeem
Tahir.- Lahore: Sang-e-Meel
Publications, 2021.
200pp.
1. Urdu Literature - Satire.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2021ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-3367-4
ISBN-13: 978-969-35-3367-5

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 92-423-722-0100 / 92-423-722-8143 Fax: 92-423-724-5101
http://www.sangemeel.com e-mail: smp@sangemeel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

فہرست

تعارف — نعیم طاہر — 5

مُلا نصرالدین

بچوں کے لیے پتلیوں کے کھیلوں کا سلسلہ

پہلی قسط — 9
دوسری قسط — 19
تیسری قسط — 29
چوتھی قسط — 39
پانچویں قسط — 49
چھٹی قسط — 59
ساتویں قسط — 67
آٹھویں قسط — 75
نویں قسط — 83
دسویں قسط — 89
گیارہویں قسط — 99
بارہویں قسط — 107
تیرہویں قسط — 115
چودہویں قسط — 123

پندرہویں قسط	133
سولہویں قسط	141
سترھویں قسط	149
انیسویں قسط	157
بیسویں قسط	167
اکیسویں قسط	175
بائیسویں قسط	183
تیئسویں قسط	191

تعارف

آج 31 اکتوبر ہے۔ جب میں مُلا نصرالدین کی تحریر کے بارے میں، اُس کا تعارف لکھ رہا ہوں، پرانی بات ہے۔

یہ 1966-67ء، کی بات ہے۔

جن دِنوں میرا اور یاسمین کا قیام ایبٹ روڈ پر سید امتیاز علی تاج صاحب کے گھر میں ایک ANNEXE میں ہوتا تھا۔ اُن دِنوں ٹیلی ویژن اسٹیشن بن چکا تھا جس کی ابتدا اور تنظیم آرٹس کونسل میں ہی ہوئی تھی۔ الحمرا، جہاں مَیں اس زمانے میں سیکرٹری تھا۔ ایک عارضی حصہ ہم نے ٹیلی ویژن کی ٹیم کو دیا ہوا تھا، تیاری کرنے کے لیے، ملاقاتوں کے لیے۔

اس سے پہلے ٹیلی ویژن کی ٹیم کراچی سے آئی تھی جس میں فضل کمال مرحوم اور اسلم اظہر اور کچھ اور دوست تھے اور ایمبیسڈر ہوٹل میں آ کے ٹھہرے ہوئے تھے تو فضل کمال نے مجھے فون پر کہا ٹیلی ویژن ٹیم یہاں آ گئی ہے، تم اب ہمیں مدد دو۔ تو پھر ہم نے بڑی خوشی سے گھر پہ ایک دعوت کی اور تمام لکھنے والوں، اداکاروں کو جمع کیا اور ان سے متعارف کروا دیا۔ اس کے بعد اُن کو الحمرا میں ایک عارضی جگہ دی تا کہ اپنی میٹنگ کر سکیں اور انتہائی معمولی سا کرایہ وصول کیا گیا۔ غالباً 500 روپے مہینہ۔ بہرحال یہ تو ٹیلی ویژن کے ابتداء کی بات تھی۔

جب ٹیلی ویژن ذرا چلنے لگ گیا اور غالباً لاہور کا نیا سینٹر 1966ء میں بن گیا تھا۔ تو اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو ریڈیو سے ٹیلی ویژن پہ گئے تھے۔ اُن میں ہمارے دوست ظہیر بھٹی بھی تھے۔ ظہیر بھٹی سے تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی تھی اور چونکہ ایبٹ روڈ پہ ہمارے گھر کا دروازہ بالکل ٹیلی ویژن کے سامنے ہی تھا تو آنا جانا بہت معمول کا عمل تھا۔

بہت سے اعلیٰ درجے کے پروڈیوسر صاحبان جس میں کنور آفتاب احمد تھے اور محمد نثار حسین بھی تھے، وہ اس تلاش میں رہتے تھے، کوئی نیا اور اچھوتا پروگرام پاکستان ٹیلی ویژن پر پیش کیا

جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ مقبول ہو جائے۔ ان کا کسی حد تک مقابلہ کراچی اور اسلام آباد کے ٹیلی ویژن سٹیشن سے بھی رہتا تھا کہ دیکھا جائے کہ کون بہتر پروگرام کرتا ہے۔ اُن دِنوں ظہیر بھٹی جو ہمارے دوست تھے اور بہت ہی عمدہ پروڈیوسر تھے۔ اُنھیں خیال آیا کہ کیوں نہ ایک نئی قسم کا پروگرام کیا جائے۔ ظہیر بھٹی صاحب سے تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی تھی تو ایبٹ روڈ پر ہمارے گھر کا دروازہ بالکل ٹیلی ویژن سٹیشن کے سامنے ہی تھا تو آنا جانا معمول کی بات تھی۔ ایک دن ظہیر بھٹی آئے۔ اُن کے ہاتھ میں چھوٹی سی ایک پمفلٹ ٹائپ کی کتاب تھی، کہنے لگے "یہ ہیں مُلا نصرالدین کی کچھ کہانیاں جو میں فیروز سنز سے لایا ہوں۔ میں نے سوچا یہ اچھی مزاحیہ کہانیاں ہوتی ہیں تو ان سے بچوں کے لیے ایک پُتلیوں کا سیریل بنایا جائے۔ کیا آپ بچوں کے لیے ایک سیریل بنا دیں گے جس میں پُتلیاں ایکٹ کریں گی۔ اس طرح ایک پپٹ شو بن جائے گا، مُلا نصرالدین کا سیریل پپٹ شو کی صورت میں ٹیلی ویژن لاہور سے نشر ہوگا۔۔

اُنہی دِنوں، کُچھ عرصہ پہلے چیکوسلیویکیا سے کلچرل ایکسچینج پروگرام کے تحت دو پُتلیاں بنانے کی ماہر خواتین آرٹس کونسل کی دعوت پر آئی ہوئی تھیں اور انہوں نے پُتلیاں بنانے کا طریقۂ کار اور اس کو استعمال کرنے کا ہُنر، ایک مختلف انداز میں، ایسے فنکاروں کو، جو اس میں دلچسپی رکھتے تھے، ایک کلاس کی صورت میں سکھانا شروع کر دیا۔ مجھے چونکہ پُتلیوں میں دلچسپی تھی، میں بھی ایک طالبِ علم کے طور پر بیٹھ گیا حالانکہ میں اُس وقت آرٹس کونسل کا سیکرٹری تھا لیکن چونکہ میری جُستجو ہر نئے فن کی طرف ہوتی ہے تو اس لیے میں بھی شامل ہو گیا۔ وہ کورس جب ختم ہوا تو اُن خواتین میں سے ایک کا نام تھا ہیولیکووہ اور دوسری کا نام تھا وِدچکووہ۔ وِدچکووہ ذرا پختہ عمر کی تھیں اور ہیولیکووہ میرے خیال میں 35 سے 40 کی تھیں۔ جب کورس ختم ہو گیا، یہ 1965ء کی بات ہے، تو مجھ سے ہیولیکووہ نے کہا کہ اُنہیں جلدی واپس جانا ہے کیونکہ اُنہوں نے اپنی بچی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُس کی سالگرہ کے موقع پر گھر پر موجود ہونگی، تو ہیولیکووہ نے کہا کہ میں نہیں چاہتی کہ میں اپنی بچی کو مایوس کروں تو آپ پلیز مجھے جلد از جلد واپسی کا ٹکٹ دلوا دیجیے۔ اتفاق ایسا تھا کہ کوئی بھی پرواز اِتنی جلدی نہیں مِل سکتی تھی، تو اُس نے کہا کہ کوئی ایسا راستہ نکالیں، میں واپس چلی جاؤں۔ تو میں نے بہت سوچا تو پی آئی اے کی ایک افتتاحی فلائٹ، قاہرہ کے لیے جانے والی تھی۔

قاہرہ سے وہ دوسری فلائٹ لے کر، وہ اپنی بچی کی سالگرہ میں شریک ہو سکتی ہیں۔ میں نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا اور اُن کو وہ فلائٹ دِلوا دی۔

لیکن معلوم نہیں خُدا کو کُچھ اور منظور تھا۔ اُس جہاز کا قاہرہ میں حادثہ ہو گیا۔ یہ 1965ء کی بات ہے۔ جب میں نے یہ خبر پڑھی کہ جس جگہ جہاز کا حادثہ ہوا، وہاں کُچھ پُتلیاں بھی بکھری پڑی تھیں۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتا مجھے کتنا دُکھ ہوا، کتنی تکلیف ہوئی کہ وہ بیچاری اپنی بیٹی کی سالگرہ پر پہنچنا چاہ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ کے لیے دُنیا سے چلی گئی۔ اگر میں یہ کوشش نہ کرتا تو کیا اُن کی زندگی لکھی تھی؟ بس انسان اپنی سی کوشش کرتا ہے لیکن جو اللہ کو منظور ہوتا ہے، وہی ہوتا ہے۔

بہر حال مجھے جب ظہیر بھٹی نے فرمائش کی تو میں نے حامی بھر لی۔ اُس زمانے میں طبیعت رواں تھی اور فوراً خیالات جمع ہو جاتے تھے اور اُس پہ کچھ نہ کچھ عمل کر لیتا تھا تو میں نے اُن چھوٹی چھوٹی سی کہانیوں پہ غور کرنا شروع کر دیا۔ آخر ان کہانیوں کو بُنیاد بنا کر میں نے ڈراما کی تشکیل ایسے دی کہ وہ پُتلیوں سے کھیلا جا سکے۔

یہ ایک نئی چیز تھی۔ اُس وقت کے کئی مشہور فنکار اس سلسلہ میں شوق سے حصہ لینے لگے اور یوں مُلا نصرالدین کی کہانیاں پُتلیوں کی صورت میں لاہور ٹی وی سے نشر ہوئیں۔

مُلا نصرالدین ایک بین الاقوامی طور پر مشہور کردار ہے۔ اس کی بہت سی سکیچز گوگل پر بھی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ میں نے اس کے کُچھ سکیچز کتاب کے آخر میں شامل کر دیے ہیں جن سے آپ سب کو اندازہ ہو جائے گا کہ مُلا نصرالدین کس قسم کا کردار تھا۔

جب پُتلیوں کا یہ کھیل PTV سے نشر ہوا تو اس میں بہت سے منفرد فنکاروں نے اپنی اپنی آواز ریکارڈ کروائی، جن میں ماہ رُخ نیازی، یاسمین طاہر، منیزہ فیض، اختر عباس، جمیل بسمل، محمد عباس اور کُچھ اور فنکار شامل رہے۔ اُن کی ادائیگی سے یہ ایک یادگار پروگرام بن گیا۔

نعیم طاہر

ملا نصرالدین 1

کردار	آرٹسٹ	
اناؤنسر	نصرت مظفر	نصرت مظفر
ملا نصرالدین	اختر عباس	نصر ملک
بیوی	یاسمین طاہر	یاسمین طاہر
بچہ	محمد صاق	نصیر ملک
چور	جمیل بسمل	منیزہ فیض

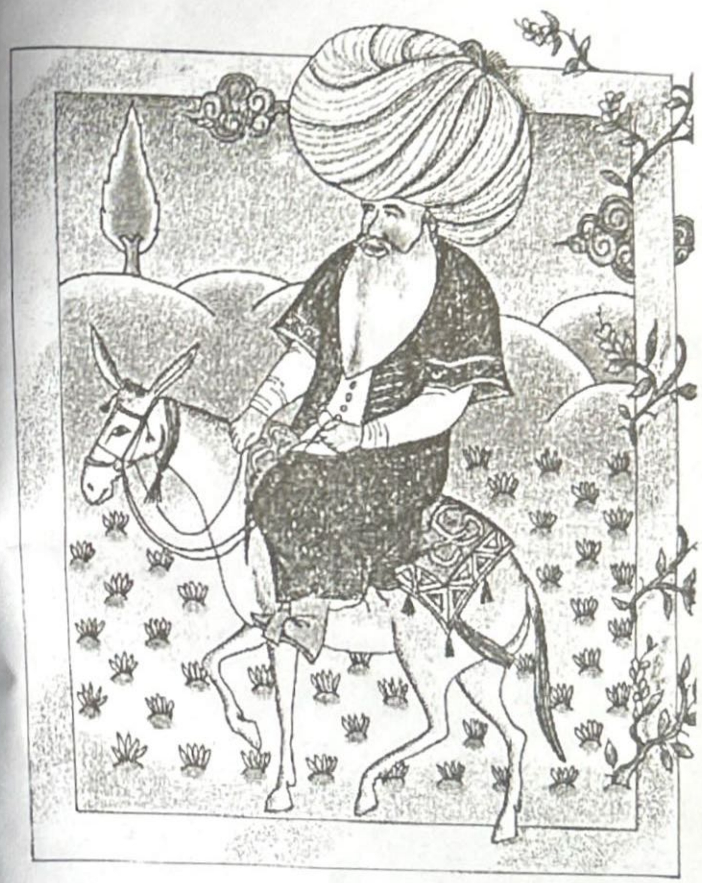

Source: https://www.google.com.pk/search?q=mullah+nusruddin&hl=en&tbm=isch&source=hp&biw=1280&bih=913&ei=UCkyYeHEJ8Tf1sQP2v6B2Aw&oq=mullah+nusruddin&gs_lcp=CgNpbWcQAzoICAAQgAQQsQM6BQgAEIAEOgsIABCABBCxAxCDABBCxAxCDAToICAAQsQMQgwFQzw9Y5DpgxUVoAHAAeACAAZ4CiAHTHZIBBDItMTaYAQCgAQGqAQtnd3Mtd2l6LWltZw&sclient=img&ved=0ahUKEwjhrKu3-uLyAhXEr5UCHVp_AMsQ4dUDCAc&uact=5

(تھوڑی دیر مسکراتی ہوئی خاموش کھڑی ہے۔اس کے بعد)

اناؤنسر: السلام علیکم!

آپ حیرت سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ نہیں بھئی مَیں تو پُتلی نہیں ہوں اور مَیں نیلوفر بھی نہیں ہوں۔ میرا نام گلِ رخ ہے۔آپ بچو! مجھے رُخی باجی کہہ کر پکار سکتے ہو۔ بھئی بات یہ ہے کہ نیلوفر، ببلو اور نازی تو کتاب میں چُھپ گئے ہیں جا کر۔ اِس کتاب میں تو بہت مزے کی کہانیاں معلوم ہوتی ہیں۔(صفحہ پلٹ کر دیکھتے ہیں)۔

(صفحہ پلٹتی ہے، ملانصرالدین کی تصویر)

اوہو...... یہ تو بہت مشہور آدمی ہیں۔آپ نے پہچانا انہیں؟ نہیں؟؟

بوجھئے...... بوجھئے...... سوچئے...... اچھا میں ایک اشارہ بتاتی ہوں۔ یہ ترکی کے رہنے والے ہیں......؟ بھئی دیکھئے جس نے بُوجھ لیا ہے، وہ دوسرے کو نہ بتائے اور......

اور ان کی ایک اور بات بتاؤں۔ یہ ہنسی والی چٹ پٹی باتیں کرنے کی وجہ سے مشہور ہیں____ اچھا بھئی آپ تو بے صبرے ہو رہے ہیں۔مَیں بتاتی ہوں اِن کا نام۔ان کا نام ہے، ملانصرالدین۔

ابھی ان سے آپ کی ملاقات کراؤں گی۔مُلا جی یہ سب (سامعین کی طرف) جو آپ کو اتنے شوق سے دیکھ رہے ہیں۔آپ کے دوست ہیں۔

آپ ان کے دوست بنیں گے نا!

آپ ذرا اپنا تعارف تو کروائیے۔ بچوں سے باتیں تو کیجئے۔آیئے۔آیئے۔آیئے نا...... (یہ کتاب کی تصویر سے کہا ہے۔)

مُلا جی: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ...... بچو! تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔

اناؤنسر: مُلا جی آپ کا پورا نام مُلا نصرالدین ہے نا؟

مُلا جی: ہاں، مُلا نصرالدین۔

اناؤنسر: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟

مُلا جی: ٹرکی کا۔

اناؤنسر: ٹرکی کہاں ہے؟

مُلا جی: ایران کے ساتھ۔ آدھا ایشیا میں، آدھا یورپ میں۔

اناؤنسر: ہاں، ایران اور ٹرکی تو دونوں ہمارے بہت دوست ہیں۔ اچھا تو مُلا جی آپ کی عمر کیا ہوگی؟

مُلا جی: (سوچ کر) اُوں...... ہوگی کوئی ساڑھے سات سو سال۔

اناؤنسر: اوہ...... اتنی عمر! یہ عمر آپ نے کہاں گزاری؟

مُلا جی: ہر جگہ۔ ٹرکی، ایران، روس اور شاید پاکستان بھی چلا آؤں۔

اناؤنسر: اچھا؟ واہ بھئی واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تو آپ کے گھر میں کون کون رہتا ہے؟

مُلا: میرے گھر میں رہتی ہے...... رہتی ہے میری بیوی...... (بیوی کی پتلی آتی ہے)

یہ میری بیوی ہے۔ کبھی لڑتی ہے، کبھی جھگڑتی ہے لیکن ہمیشہ میں ہی جیتتا ہوں۔

بیوی: واہ واہ...... میں بھی جیتتی ہوں۔ ہاں...... ہاں...... میں بھی جیت جاتی ہوں۔ پر کبھی کبھی۔ مُلا جی بہت چالاک ہیں۔

بچہ: ٹیوں۔ ٹٹ۔ ٹیوں۔ ٹٹ۔ ٹیٹوں

مُلا جی: اور یہ ہے میرا بیٹا۔

(بیٹا داخل ہوتا ہے، بار بار جھک کر آداب کرتا ہے)۔

آداب، آداب، آداب۔

ٹوں...... ٹوں...... ٹوں......

بیٹا: آداب...... آداب...... آداب...... آداب...... آداب...... آد......

(مُلا جی کاٹتے ہیں)

مُلا جی: چپ کرو بس کافی ہوگیا۔ ایک مرتبہ آداب...... چُپ۔

(منہ پر انگلی رکھتے ہیں۔ سب منہ پر انگلی رکھ لیتے ہیں)

بچہ: چُپ۔

مُلا جی: بس یہ لوگ رہتے ہیں، میرے گھر۔

(باہر سے زور زور سے گدھے کے بولنے کی آواز آتی ہے)۔

اوہ ایک منٹ ٹھہریے گا۔ یہ...... پیاری پیاری آواز سُن رہے ہیں آپ!!

یہ...... یہ بھی میرا ساتھی ہے۔ میرا گدھا اس وقت باہر بندھا ہے۔

(بچہ بار بار مُلا کی قمیض کھینچ رہا ہے)۔

مُلا جی: کیا کر رہے ہو؟

بچہ: مجھ سے چُپ نہیں رہا جاتا۔

مُلا جی: چُپ نہیں رہا جاتا تو دفع ہو جاؤ۔

بچہ: اچھا...... میں جا رہا ہوں کھیلنے۔ ساتھ والے گھر میں۔

ٹیوں ٹیوں ٹیوں......

بیوی: اور میں بھی ذرا باورچی خانے تک جا رہی ہوں۔ ہنڈیا اتار دوں۔

(مُلا جی کی بیوی جاتی ہے)۔

اناؤنسر: اچھا تو مُلا جی! آپ کی گھر میں کیسی گزرتی ہے؟

مُلا جی: اچھی گزرتی ہے۔ (اکتاہٹ سے)۔

معاف کیجئے، مجھے اس وقت بہت کام ہیں۔ میں یہ بالٹی اٹھا کر گدھے کو چارہ ڈالنے جا رہا ہوں، وہ بھوکا ہے۔ اس کو چارہ نہیں دوں گا تو کل مجھے گرا دے گا۔

(بالٹی اٹھاتے ہوئے) کیا مصیبت ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ تمام دن اسکول میں پڑھانے میں گزرتا ہے۔ شام میں تھکا ہارا آتا ہوں پھر بھی آرام نہیں ملتا۔

بیوی: (ذرا زور سے) کیا ہوا؟ کیوں کھڑے بڑبڑا رہے ہو، مُلا جی!

مُلا جی: بڑبڑاؤں نہ تو اور کیا کروں؟ تمہیں تو میرا کچھ خیال ہی نہیں۔

بیوی: (قریب آتے ہوئے) کیا کہا؟ مجھے تمہارا خیال نہیں؟ تو پھر کسے ہے تمہارا خیال؟

Scanned with CamScanner

مُلا جی: خاک خیال ہے میرا؟ تمام دن کا تھکا ماندا لوٹتا ہوں۔تم سے اِتنا بھی نہیں ہوتا کہ بے چارے گدھے کو چارہ ہی ڈال دیا کرو۔صبح سے شام تک باہر کام کرو اور گھر لوٹو تو گدھے کو چارہ بھی خود ڈالو۔

بیوی: مُلا جی تم تو بہت ناشکرے ہو۔تم سارا دن کام کرتے ہو تو کیا میں سارا دن کام نہیں کرتی؟ صبح اُٹھتے ہی تمہارا ناشتہ بنانا، گھر صاف کرنا، برتن مانجھنا، کھانا پکانا، گدھے کو تیار کرنا، دودھ میں سے مکھن نکالنا، یہ سب کام نہیں ہیں؟

مُلا جی: یہ تو معمولی کام ہیں۔ان سے کیا ہوتا ہے؟

بیوی: اچھا یہ معمولی کام ہیں۔ایک دن برتن صاف کرو تو تمام منہ کالا ہو جائے گا۔

مُلا جی: ہونہہ......اور جو تم ایک دن پڑھانے بیٹھ جاؤ تو بھیجا خالی ہو جائے تمہارا۔

بیوی: تو کیا تمہارا بھیجا خالی ہو گیا ہے؟

مُلا جی: لاحول ولاقوۃ...... یہ مَیں نے کب کہا ہے؟

بیوی: بس بس گدھے کو چارہ ڈالنا میرا کام بھی نہیں ہے۔

مُلا جی: یہ تمہارا کام ہے۔

بیوی: نہیں...... یہ تمہارا کام ہے۔

مُلا جی: تم بہت لڑاکا ہو۔بات بات پر لڑتی ہو۔

بیوی: مُلا جی آپ بہت سُست آدمی ہیں۔کام سے جی چُراتے ہیں۔

مُلا جی: کیا کہا؟ یعنی میں کام چور ہوں؟ بس بس رہنے دو۔میں خود ڈال دوں گا چارہ، تم چُپ ہو جاؤ۔

بیوی: نہیں۔(جا کر بالٹی پکڑ لیتی ہے) میں چُپ نہیں رہوں گی۔آج فیصلہ ہو کر ہی رہے گا کہ کون گدھے کو چارہ ڈالا کرے گا۔میں روز روز کا جھگڑا برداشت نہیں کر سکتی۔

مُلا جی: اُف! تم چُپ نہیں رہ سکتیں۔میرے کان پھٹے جا رہے ہیں۔

(ملا جی کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں)

بیوی: نہیں! میں چپ نہیں رہ سکتی۔تم مجھ کو طعنے دیتے رہو، اور میں چُپ رہوں۔

مُلا جی: تم چُپ نہیں رہ سکتیں۔

بیوی: نہیں، میں چُپ نہیں رہ سکتی۔

مُلا جی: (آہستہ آہستہ) تم چُپ نہیں......رہ سکتیں......

(سوچنے لگتے ہیں)

بیوی: ہاں ہاں جلدی فیصلہ کرو۔گدھے کو بھوکا مارنا ہے کیا؟

(باہر سے گدھے کے بولنے کی آواز آتی ہے۔)

دیکھو بے چارہ کیسے بول رہا ہے۔اب تم بھی تو کچھ بولو۔

مُلا جی: دیکھو آج پھر فیصلہ ہی کر ڈالیں۔آج سے چارہ یا تو تم ڈالا کرو گی یا میں۔

بیوی: منظور۔

مُلا جی: منظور! تو پھر یوں کرو، تم اور میں دونوں یہاں چُپ کر کے بیٹھ جاتے ہیں جو پہلے بولے گا وہی گدھے کو چارہ ڈالے گا۔

بیوی: اونہہ......تو تم کیا سمجھتے ہو، میں بہت باتونی ہوں۔لگا لو، شرط۔

مُلا جی: لگا لو...... ہم دونوں چُپ کر کے بیٹھ جاتے ہیں جو پہلے بولے، آئندہ سے وہی چارہ ڈالا کرے گا۔

بیوی: ٹھیک ہے......ہو گئی شرط۔

مُلا جی: تو اب چُپ۔

بیوی: بس چُپ۔

(مُلا جی اپنے منہ پر انگلی رکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں اور بیوی اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہے اور چپکی بیٹھی رہتی ہے۔چند لمحے گزرتے ہیں تو سر موڑ کر مُلا جی کی طرف دیکھتی ہے۔ادھر مُلا جی دھیرے دھیرے دیدے گھما کر اس کی طرف دیکھتے ہی، ایک دوسرے سے نظریں ملنے پر بھی

Scanned with CamScanner

سنبھل کر، اسی طرح خاموش بیٹھ جاتے ہیں۔ اتنے میں اناؤنسر کی آواز آتی ہے۔)

اناؤنسر: مُلا اور اُن کی بیوی شرط لگا کر چپکے بیٹھ تو گئے لیکن یہ کام تھا بڑا مشکل۔ کافی دیر تو خاموشی رہی لیکن آخر مُلا کی بیوی سے نہ رہا گیا۔ اس نے بیزاری سے ایک نظر مُلا نصرالدین کی طرف دیکھا۔

(ملا جی بڑے صبر سے سر ہلاتے ہیں)

بیوی نے سوچا کہ مُلا جی تو بڑے ضدی آدمی ہیں۔ بھوک سے بے ہوش ہو جائیں گے لیکن بولیں گے نہیں۔ یہ سوچ کر وہ اٹھی اور اپنی ہمسائی کے گھر چلی گئی۔ (بیوی جاتی ہے) مُلا نے جب دیکھا کہ بیوی تو اٹھ کر چلی ہی گئی۔ تو وہ کُہنی کا سہارا لے کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے۔ جلدی میں مُلا کی بیوی دروازہ کھلا ہی چھوڑ گئی۔ دروازہ کھلا دیکھ کر گھر میں ایک چور گھس آیا۔

(چور اسی طرف سے داخل ہوتا ہے، جدھر سے مُلا کی بیوی گئی تھی......)

(آہستہ آواز میں) یہ تو خوب لوگ ہیں، گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ واہ بھئی واہ۔ یہاں تو بڑے اطمینان سے کام ہوگا۔ ہوں...... (مُلا پر نظر پڑتی ہے) اوہ! یہ تو یہاں موجود ہیں لیکن شاید اُونگھ گئے ہیں۔ بہت اچھی بات ہے۔ تو میرا خیال ہے انہیں تو اونگھنے ہی دیا جائے اور گھر کی تمام چیزیں اکٹھی کر لی جائیں۔

ہاہاہاہا...... یہ بھی اچھی رہی۔

(دوسری Exit سے نکل جاتا ہے۔ مُلا جی اُسی طرح دَم سادھے بیٹھے رہتے ہیں۔ صرف آنکھیں گھومتی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد چور پھر داخل ہوتا ہے اور اس نے ایک گٹھڑی اٹھا رکھی ہے۔)

سب اچھی اچھی اور قیمتی چیزیں میرے پاس ہیں۔ مُلا جی جب جاگیں گے تو گھر میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(باہر سے گدھے کی آواز آتی ہے)۔

او، ستیاناس...... کوئی آ ہی نہ جائے، چلنا چاہیے۔ (گٹھڑی اٹھا کر چلا جاتا ہے)۔

(پھر ماں آتی ہے۔ پھر گدھا بولتا ہے۔ مُلا اس کی طرف دیکھتے ہیں)۔

ماں اسی طرح منہ پر ہاتھ رکھے گزر جاتی ہے۔ دوسری طرف سے باہر جاتی ہے پھر تیزی سے چیختی ہوئی داخل ہوتی ہے)۔

بیوی: ہائے ہائے مُلا جی، سارا گھر لٹ گیا اور آپ ابھی تک کم بخت، شرط ہی لگائے بیٹھے ہیں۔ آپ نے خود چور کو پکڑا بھی نہ؟

(ملا جی فاتحانہ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔)

مُلا جی: الحمدللہ گھر لُٹا سو لُٹا...... یہ جھگڑا تو طے ہوا کہ گدھے کو چارہ ہمیشہ تم ڈالو گی۔ آخر نہ رہ سکی چپ۔

ماں: ہائے ہائے لٹ گئے ہم۔

مُلا جی: میں تو جیت گیا نہ!

(مُلا جی ہنس رہے ہیں ماں سہم رہی ہے۔ باہر سے گدھے کی آواز آتی ہے۔)

مُلا جی: چلو اٹھاؤ چارہ۔ چلو...... جاؤ تو ڈالو گدھے کو چلو چلو چلو...... چلو۔

(تالیاں......Clapping)

اناؤنسر: (پلٹتے ہوئے) تو یہ تھی، ایک شام مُلا نصرالدین کے گھر میں۔ مُلا جی بھی خوب آدمی ہیں، بے حد ضدی۔ اپنی ضد میں گھر لٹا دیا۔ یہ کیسی عقل مندی ہے؟ مزیدار آدمی ہیں نا مُلا جی؟

دیکھیں اب آئندہ مُلا جی کیا کرتے ہیں۔ اگلے ہفتے پھر ہماری ملاقات مُلا نصرالدین سے ہوگی۔ اچھا بچو! تو اب مجھے اجازت۔

Scanned with CamScanner

مُلا نصرالدین 2

کردار:

ملا نصرالدین

اناؤنسر

بیوی

زمان

اناؤنسر : مُلا نصر الدین نے پچھلے ہفتے کو ایک شرط لگائی تھی۔ یاد ہے نا؟ بڑے ضدی ہیں شرط جیت کر رہے لیکن بھئی ایسی شرط بھی کس کام کی؟ گھر کا سامان سارا چوری ہو گیا اور مُلا جی شرط کی خاطر چپکے بیٹھے دیکھتے رہے۔ آپ تو نہیں ایسی شرط لگاتے؟ آج مُلا جی کچھ پڑھنے کے موڈ میں ہیں۔

(Camera on Mullah)

ذرا سنجیدہ نظر آتے ہیں۔ شاید کل جو سبق پڑھانا ہے، وہ تیار کر رہے ہیں۔

(گدھے کی آواز آتی ہے۔ مُلا جی چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہیں)

مُلا جی: اوہنہ۔

(پھر آواز آتی ہے)

اوہنوں۔

اناؤنسر: (صرف آواز) کیا بات ہے، مُلا نصر الدین کیوں پریشان ہیں؟

ملا: یہ جو میرا گدھا ہے ناڈھینچوں، یہ بہت باتیں کرنے لگا ہے۔

اناؤنسر: یہ کیسی باتیں ہیں۔ یہ تو صرف شور ہے۔

ملا: ہاں ہاں۔ بالکل شور، بہت شور مچاتا ہے۔ یہ ڈھینچوں۔

(باہر سے پھر گدھے کی آواز آتی ہے)

ملا: اوہنوں..... آخر کوئی پڑھے تو کیسے پڑھے؟ بہت بدتمیز ہو گدھے۔

(گدھے کی آواز)

چپ کرو۔ ڈھینچوں۔ کیا شور مچا رکھا ہے۔

(دوبارہ گدھے کی آواز)

ڈھینچوں۔ تم چپ نہیں کرو گے۔ تو میں تم سے بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔ سمجھے!

(خاموشی)

ہوں، دیکھا نا، اب ڈر گیا ہے۔ گدھا ہے نا۔ ڈانٹا تو......؟

(کتاب کی طرف مڑتے ہوئے)

ہاں تو میں کیا پڑھ رہا تھا؟؟

"جب کسی دعوت میں جاؤ تو ہمیشہ اچھا لباس پہن کر جاؤ۔ لباس کا مہنگا ہونا ضروری نہیں لیکن صاف ضرور ہو۔"

(گدھے کی آواز)

اونہوں میں ڈھینچوں سے بالکل بیزار ہو گیا ہوں۔ میں اس کو گھر سے نکال دوں گا۔ (چلنے لگتے ہیں......)

(بیوی گھر کے اندر سے داخل ہوتی ہے۔)

بیوی: مُلا نصر الدین کیا بات ہو گئی؟ ڈھینچوں سے ناراض ہو گئے کیا؟

مُلا: ہاں ہاں، بہت ناراض۔

بیوی: بہت ناراض؟

مُلا: ہاں، بہت سخت ناراض۔ بہت ہی سخت ناراض۔

بیوی: کیوں آخر؟؟

مُلا: بہت شور مچاتا ہے۔ پڑھنے نہیں دیتا، اس لیے میں اسے بیچ دوں گا۔

بیوی: بیچنے سے کیا فائدہ ہوگا؟

مُلا: بیچنے سے فائدہ کیا ہوگا؟ شور نہیں مچائے گا؟

بیوی: اچھا!

مُلا: اور میں کام کر سکوں گا۔

بیوی: خوب۔

مُلا: اور اور...... یہ کہ چارہ نہیں کھلانا پڑے گا۔

بیوی: ہیں؟ چارہ نہیں...... کھلانا پڑے گا۔

مُلا: ہوں، تو اور کیا؟

بیوی: چارہ نہیں ڈالنا پڑے گا پھر تو بہت اچھی بات ہے۔ بالکل بیچ دو۔ بیچ دو۔

مُلا: بس! تو میں جا رہا ہوں۔ اس کو بازار لے جا کر گدھے بیچنے والے کے سپرد کر دوں گا۔

بیوی: تو پھر ان پیسوں کا کیا کرو گے؟

مُلا: ان پیسوں کے پراٹھے بنا کر کھائیں گے۔ ہاں۔ باقی پیسے سنبھال کر رکھیں گے۔

بیوی: اچھا تو تم جاؤ۔ میں ابھی آٹا منگواتی ہوں، پراٹھوں کے لیے۔

مُلا: (جاتے ہوئے) دیکھ رہی ہو نا! تم میری عقلمندی؟ بس تم بھی اگر اتنی عقلمند ہو جاتیں تو کیا تھا۔ گھر سنور جاتا۔

بیوی: تو تم کیا سمجھتے ہو میں عقلمند نہیں؟

مُلا: (جاتے ہوئے) ہو عقلمند تو کچھ کر کے دکھاؤ۔

(Goes out)

بیوی: ہاں تو کر کے بھی دکھا دوں گی۔ (Alone)

بیوی: زمان بیٹے۔

زمان: آ رہا ہوں امی۔ ذرا برفی کھا رہا ہوں۔

بیوی: اونہوں سبق بھی تو پڑھا کرو۔

زمان: لو، امی میں آ گیا...... میں آ گیا۔

بیوی: زمان بیٹے! جاؤ جا کر پنساری سے ایک سیر تین چھٹانک آٹا لے آؤ۔

زمان: ایک سیر تین چھٹانک؟؟

بیوی: ہاں! ایک سیر تین چھٹانک ہی مانگنا لیکن ملے گا ایک سیر چار چھٹانک۔

زمان: وہ کیسے؟

بیوی: بس یوں ہی ہوگا۔ میں بھی آج ایک ایسی عقلمندی کروں گی۔ ذرا ٹھہرو میں...... آتی ہوں۔

زمان: جلدی آیئے۔ مجھے آکر اپنا سبق بھی یاد کرنا ہے اور ابھی برفی بھی باقی ہے۔

بیوی: (باہر سے) اب برفی اور نہ کھانا ورنہ بھوک نہیں رہے گی۔ پراٹھے پکنے والے ہیں۔

زمان: او...... پراٹھے......

بیوی: (آتی ہے) لو...... یہ میرے کنگن ہیں۔ سنبھال کر لے جاؤ اور جب پنساری تمہیں آٹا تول کر دے تو چپکے سے اس کے ترازو کے پلڑے میں ڈال دینا۔ جدھر بٹے ہوتے ہیں۔ بس پھر ان کے وزن کے برابر زیادہ آٹا آ جائے گا۔ دیکھا، کیسی بات سوچی میں نے۔

زمان: واہ واہ واہ...... یہ تو خوب ہے۔ میں ڈال دوں گا۔ بس ابھی آتا ہوں۔ آٹا لے کر۔

(Out)

بیوی: اب مُلا کو پتہ لگے گا کہ میں بھی بہت چالاک ہوں۔

(F.O. Time Mullah Enters)

مُلا: افوہ...... میں بھی کیسی غلطی کرنے لگا تھا۔ بس بچ ہی گیا۔

بیوی: ملا نصر الدین تم آ گئے۔ (آتی ہے) میں تو تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی۔ لاؤ کتنے پیسے ملے؟

ملا: ارے پیسے کیسے خانم؟ بچ گئے۔

(گدھے کی آواز آتی ہے)۔

بیوی: ارے یہ تو ڈھینچوں کی آواز ہے۔ (باہر کو جاتے ہوئے) یہ کیسے آ گیا، یہاں۔

مُلا: بتاتا ہوں نیک بخت! ٹھہرو تو سہی۔ ہوا یہ کہ میں جب گدھے کو لے کر منڈی

میں گیا تو بیچنے والے نے اِس کو بیچنے کے لئے آواز دینی شروع کر دی۔

بیوی: اچھا پھر!

مُلا: بس وہ اُٹھا اور کہنے لگا (نقل اتار کر) یہ دیکھو ایک خاص گدھا۔ جس کو مُلا نصر الدین نے سدھایا ہے (بیوی سے) مَیں مشہور آدمی ہوں نا۔ ہاں تو دیکھو یہ گدھا...... کیسا خوبصورت ہے۔ کتنے لمبے کان والا۔ موٹی دُم والا۔ خوبصورت رنگ کا گدھا لے لو۔ اس کی صحت دیکھو۔ اس کو مُلا کی بیوی خود چارہ کھلاتی تھی۔ اپنے بچوں کی طرح پالا ہے۔ (بیوی سے) تمہاری تعریف کی اُس نے۔ اور میری بھی۔ کہنے لگا یہ تو بڑا عقلمند، خوبصورت، مضبوط اور صحت مند گدھا ہے۔ اِس کے دام بہت لگیں گے اور آواز تو اُس کی بہت ہی پیاری ہے۔ سب گدھوں میں اچھا گدھا ہے۔ بس خانم، مَیں ایک طرف کھڑا یہ سُن سُن کر حیران ہو رہا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ ایسا اچھا گدھا تو پھر کبھی نہ ملے گا۔ بس مَیں نے کھٹ سے پیسے نکالے اور گدھا خرید لیا۔

بیوی: کیا مطلب؟؟

مُلا: مَیں نے ڈھینچوں کو خرید لیا۔

بیوی: ارے مُلا تمہاری عقل کو کیا ہو گیا اپنا ہی گدھا خرید لیا؟

مُلا: ہاں تو ورنہ کوئی اور لے جاتا۔

بیوی: ارے تو تمہارا تو تھا ہی وہ، پیسے دینے کی کیا ضرورت تھی۔

مُلا: اوہو۔ یہ تو مجھے خیال ہی نہ آیا۔ مَیں تو گدھے کی تعریف سُن کر ایسا خوش ہُوا کہ مَیں نے اُسے خود ہی خرید لیا۔ یہ تو بڑی غلطی ہوئی، نقصان ہو گیا۔

بیوی: (رونے لگتی ہے) ہائے ہائے خواہ مخواہ لُٹ گئے۔ مُلا تم تو بالکل سٹھیا گئے۔ اگر مَیں اس گھر کو نہ سنبھالوں تو سب تباہ ہو جائیں۔ شکر ہے مَیں نے ہی کچھ عقلمندی کی آج......!

Scanned with CamScanner

مُلا: ہائیں......تم نے عقلمندی کی۔

بیوی: ہاں اَور کیا؟

(زمان داخل ہوتا ہے۔ پوٹلی اٹھائے ہوئے۔)

زمان: لو، امی! میں......لے آیا آٹا۔

بیوی: لے آئے......جیسے مَیں نے کہا تھا ویسا ہی کِیا نا؟

زمان: (شوخی سے) ہاں ہاں۔ بالکل بالکل۔

بیوی: (فخر سے) یہ لو۔ یہ دیکھو یہ ایک سیر چار چھٹانک آٹا ہے لیکن پیسے صرف ایک سیر تین چھٹانک کے دیے، میں نے۔

مُلا: ہائیں۔ وہ کیسے وہ کیسے؟

زمان: ابا! امی نے مجھے اپنے کنگن دیئے تھے، چاندی کے اور کہا تھا کہ جب پنساری آٹا تولنے لگے تو چپکے سے، ان کو، اُس کے باٹوں کے ساتھ ڈال دینا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ بس کنگنوں کے وزن کا آٹا زیادہ آ گیا۔

بیوی: دیکھا تم نے......کیا سمجھتے ہو؟

مُلا: (سوچتے ہوئے) ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن......نیک بخت......وہ کنگن کہاں ہیں؟

بیوی: کنگن؟؟

مُلا: ہاں ہاں......چاندی کے کنگن۔

زمان: وہ تو وہیں رہ گئے......پنساری کے ترازو میں۔

بیوی: ہائے ہائے۔ یہ تو مجھے خیال ہی نہ رہا۔ کے، کے (رونے لگتی ہے)۔

مُلا: شاباش خانم۔ شاباش۔ تمہاری عقلمندی بھی سُن لی ہم نے۔ اگر ہم تم دونوں اِسی طرح گل کھلاتے رہے، تو بہت جلدی فقیر ہو جائیں گے......تت تت تت تت۔

(مُلا اور بیوی دونوں سر پکڑ لیتے ہیں۔)

(F.O).

اناؤنسر: واہ واہ۔ آج تو کمال ہی کِیا دونوں نے۔ مُلا جی، تو جو اپنے گدھے کی اور اپنی تعریف سُن کر بوکھلا گئے۔ بیوی پنساری کو دھوکہ دیتی، خود اپنا نقصان کرا بیٹھی۔ نہ بابا۔ ایسے تو کرنا ہی نہیں چاہیے۔ تعریف سنتے وقت بھی خیال رکھنا چاہیے کہ خواہ مخواہ کی تعریف سے آدمی پھول نہ جائے اور اور کوئی غلطی نہ کر لے اور مُلا کی بیوی کی طرح دھوکہ دینے کی تو کوشش ہی نہیں کرنی چاہیے۔ اچھا بھئی آج تو ملا اور ان کی بیوی دونوں بہت اُداس ہو گئے ہیں۔ دیکھیں اگلے ہفتے کو کیا کرتے ہیں۔

(خدا حافظ)

Scanned with CamScanner

ملا نصرالدین۔3

کردار:	آرٹسٹ
ملا نصرالدین	....
بیوی	....
حکیم صاحب	....
اناؤنسر	....

اناؤنسر: نصر الدین کا گدھا تو اُن کے پاس ہی لوٹ آیا۔ آپ کو یاد ہے نا مُلا جی گئے تھے اُس کو کسی اور کے پاس بیچنے لیکن خود ہی خرید کر چلے آئے، لیکن بھئی بات یہ ہوئی کہ اُن کا ڈھینچوں ذرا ڈر گیا ہے۔ کہ بھئی مُلا نصر الدین کو غصہ بھی آ جاتا ہے۔ اس لیے زیادہ شور نہیں کرنا چاہیے۔ کہیں وہ مجھے بھی بیچ دیں اور میں کسی ظالم آدمی کے ہتھے چڑھ جاؤں تو میرا بُرا حال ہو۔ کئی لوگ بہت بُرے ہوتے ہیں وہ جانوروں کو مارتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے نا؟ کہ چپکے بیٹھے ہوئے کتے کو کئی دفعہ پتھر مار دیتے ہیں، بلی کی دُم پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں اور گدھوں کو ڈنڈوں سے مارتے ہیں۔ بہت بُری بات ہے۔ تت تت تت۔ آپ تو نہیں نا ایسا کرتے؟ تو بچو، ہوا یہ کہ ڈھینچوں بے چارہ ڈر گیا کہ کہیں میرا بھی یہی حال نہ ہو۔ بس وہ چپکا بیٹھا ہے۔ اس بات پر ملا نصر الدین بہت خوش ہیں۔ گھر میں خاموشی ہوگئی ہے نہ۔ زیادہ خاموشی سے مُلا پریشان ہی ہو گئے ہیں؟

(مُلا نصر الدین ہاتھ سے تالی بجاتے ہیں پھر تھوڑا سا رُخ ٹیڑھا کر کے آواز پر کان دھرتے ہیں۔)

مُلا: (پھر تالی بجاتے ہیں) ہاہا۔ ہاہا۔ (تالی بجا کر) ہاہا۔ (تالی) ہاہا......

(یہ آواز بیک گراؤنڈ میں چلی جاتی ہے۔

اناؤنسر کی آواز ابھرتی ہے......)

اناؤنسر: ہائیں...... یہ مُلا نصر الدین تالی بجا بجا کر کیا سُن رہے ہیں۔ مُلا جی...... (کوئی جواب نہیں) مُلا جی...... مُلا جی، کیا سن رہے ہیں؟

مُلا: خاموشی...... خاموشی......

اناؤنسر: (ہنس کر) ہاہاہا۔ آپ خاموشی سن رہے ہیں۔

مُلا: ہاں ہاں۔ خاموشی سن رہا ہوں۔ دیکھئے نا۔ تالی کی آواز کیسی سنائی دیتی ہے۔

(تالی بجا کر) آہا۔ دیکھا یہ سب میرے ذہنوں کی خاموشی کی وجہ سے ہے۔ اب میں مزے سے بیٹھ کر اپنا کام کر سکتا ہوں۔ خاموشی ہے نا۔

اناؤنسر: مُلا نصر الدین آپ نے گدھے کو دوبارہ کیوں ــــــ!

مُلا: ٹی ٹی ٹی چپ۔ خاموشی ی ی ی۔

(باہر سے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آتی ہے۔)

اونہوں یہ کون آ گیا!! سب مزہ کرکرا کر دیا۔

(پھر دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔)

حکیم: (بڑی آواز) میں حکیم الحکماء ــــــ ملا نصر الدین۔ اندر آ جاؤں؟؟

مُلا: (ہاتھ کے اشارے سے بلاتے ہوئے) آ جائیے۔ تشریف لائیے۔ حکیم صاحب۔

حکیم: (کھانستے ہوئے اندر داخل ہوتے ہیں پیٹھ پر ایک گٹھری ہے۔ ہاتھ میں ایک مرتبان اٹھا رکھا ہے)۔ معاف کرنا مُلا نصر الدین ذرا بوجھ اٹھا رکھا تھا، اس لیے دروازے کھٹکھٹا رہا تھا کہ تم جلدی سے کھول دو۔ (ہانپتے ہوئے) کہو خیریت سے تو ہو۔

مُلا: اللہ کا شکر ہے حکیم صاحب۔ آپ کہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ یہ گٹھری وغیرہ اٹھا کر؟

حکیم: بھئی ذرا یہ مرتبان رکھ دوں تو بتاتا ہوں ــــــ (مرتبان رکھ کر) آہ ــــــ! ہاں مُلا نصر الدین بات یہ ہے کہ میں کئی دن سے سفر کا ارادہ کر رہا تھا۔ ذرا انقرہ تک جانا چاہتا ہوں چند روز کے لیے، یہ مرتبان گھر میں پڑا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ کے پاس رکھ جاؤں، واپسی پر لے لوں گا۔

مُلا: ہوں۔ اچھا۔ اچھا ــــــ اس مرتبان کے اندر کیا ہے جو آپ اس کو اپنے گھر میں نہیں چھوڑنا چاہتے؟

حکیم: اس کے اندر؟ اوہ اس کے اندر۔ (ذرا سوچ کر) اس کے اندر ایک زہریلی دوا ہے۔

مُلا: (حیرت سے) زہریلی دوا؟

حکیم: ہاں۔ میرے گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ اس کو کھا کر بیمار نہ ہو جائیں۔

مُلا: (مکاری سے) ہوں۔ اچھا سمجھ گیا۔

حکیم: اس کو کھانا نہیں چاہیے، اس لیے میں نے سوچا کہ اسے آپ کے پاس رکھ جاؤں تا کہ احتیاط سے رہے۔ آپ رکھ لیں گے؟

مُلا: ہاں ہاں ضرور رکھ لوں گا۔ آپ بے فکر جائیے۔

حکیم: بس چند روز میں واپسی پر لے لوں گا۔

مُلا: ہاں ہاں ضرور۔

حکیم: اچھا خدا حافظ۔

مُلا: خدا حافظ۔ خدا حافظ۔

(ہاتھ ہلا ہلا کر حکیم صاحب کو خدا حافظ کہتے ہیں۔)

(غور کرتے ہوئے) اگر اس مرتبان میں زہر ہے تو حکیم صاحب اس کو میرے گھر میں کیوں چھوڑ گئے؟ میرے گھر میں بھی تو منا ہے۔ حکیم صاحب نے مجھے کچھ ٹھیک نہیں بتایا۔ دال میں کچھ کالا ہے۔ کیوں نہ کھول کر دیکھوں؟ دیکھتا ہوں۔

(مُلا جا کر مرتبان کے ڈھکنے پر سے کپڑا ہٹاتے ہیں اور ڈھکنا اٹھا کر دیکھتے ہیں۔)

اوہو۔ واہ بھئی واہ۔ یہ خوب زہر ہے۔ ہوں۔ حکیم صاحب ہم سے جھوٹ بولتے ہیں؟ اس میں تو شہد بھرا ہے۔ ہا ہا ہا ہا۔ (چکھ کر) کیا خالص شہد ہے ہا ہا ہا ہا ہا ــــــ اب حکیم صاحب کو اس کی سزا دینی چاہیے۔ جھوٹ بولنا کوئی اچھی بات تو نہیں۔

(مُلا کی بیوی پیچھے سے داخل ہوتی ہے۔
اور چپکی کھڑی ہو کر دیکھتی ہے۔ ایک ہاتھ میں چمچہ ہے۔)

(مُلا مرتبان سونگھتے ہیں۔)

بڑی اچھی خوشبو ہے اس کی ذرا چکھ کر دیکھو۔

(ایک انگلی ڈبو کر منہ میں ڈالتے ہیں۔) اونہوں یہ تو بہت ہی مزے کا ہے۔

(مرتبان میں جھانک رہے ہیں کہ پیچھے سے بیوی کی آواز آتی ہے۔)

بیوی: ہائیں مُلا نصر الدین!!

(مُلا ایک دم چونک جاتا ہے۔)

یہ کیا کر رہے ہو؟

مُلا: اوہ تم نے مجھے ڈرا ہی دیا۔

بیوی: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ یہ شہد کہاں سے آیا؟

مُلا: حکیم صاحب لائے تھے۔ سفر پر جا رہے تھے میرے پاس حفاظت کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔

بیوی: یہ تم اچھی حفاظت کر رہے ہو کہ خود ہی کھانے لگے۔ چھوڑو میں سنبھال کر رکھ لیتی ہوں۔

مُلا: نہیں۔ یہ میرے پاس رہے گا۔ میرے پاس رہے گا۔

(بیوی چھین لیتی ہے اور بھاگتی ہے)

بیوی: ملا یہ بُری بات ہے۔ یہ بُری بات ہے۔ تم اس کو کھا لو گے۔

مُلا: تمہیں کیا۔ تم باورچی خانے میں جاؤ کہیں کھانا نہ جل جائے۔ حکیم صاحب نے مجھ سے جھوٹ بولا۔ میں اس کا مزہ انہیں ضرور چکھاؤں گا۔

(پھر لے کر انگلی ڈبو کر کھاتے ہیں۔)

بیوی: اونہوں۔ مُلا بہت بُری بات ہے۔

(روٹھ کر ہاتھ مارتی ہے مُلا کو اور چلی جاتی ہے۔)

مُلا: میں حکیم صاحب کو جھوٹ کا مزہ ضرور چکھاؤں گا۔

(مرتبان میں جھانکتے ہوئے) آہاہاہاہا۔ کیسی اچھی خوشبو ہے اس کی۔ کیسا سنہرا رنگ ہے اس کا۔ بڑا میٹھا میٹھا ہوگا۔ میں اس کو اپنے کمرے میں لے جاؤں گا۔

(پھر جھانکتے ہیں)

(دوسری طرف جھانک کر) کہیں خانم تو نہیں دیکھ رہی۔

(کیمرا دوسری طرف رخ کرتا ہے مُلا کی آواز بیک گراؤنڈ میں)

مُنّے نے تو میرا خیال ہے نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ تو باہر ڈھینچوں کے پاس کھیل رہا ہے۔

اوہ......اوہ۔ خاصا بھاری ہے یہ مرتبان۔

(کیمرہ واپس مُلا پر جو مرتبان اٹھائے ہوئے ہیں۔)

ابھی تو بھاری ہے جب حکیم صاحب لوٹ کر آئیں گے تو خالی ہوگا۔ ہاہاہاہا۔

(گنگناتے ہوئے غائب ہو جاتے ہیں) میٹھا میٹھا شہد۔ خوشبو والا شہد مزے سے کھاؤں گا۔

حکیم کو جھوٹ کا مزہ چکھاؤں گا۔ میں اس کو مزے سے کھاؤں گا۔

(فیڈ آؤٹ)

(فیڈ ان)

(مُلا جی اپنے تخت پر لیٹے کراہ رہے ہیں اور بار بار اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھتے ہیں۔)

ہائے ہائے۔ پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ ہائے ہائے درد ہو رہا ہے۔ خانم...... خانم

بیوی: (دور سے) آتی ہوں ملا نصر الدین۔ کیا ہو گیا؟

مُلا: درد ــــ درد ہو گیا۔

بیوی: (سامنے آ کر) کیوں کراہ رہے ہو؟

(جا کر مرتبان میں جھانکتی ہے۔)

سارا شہد چٹ کر گئے ہو۔ پیٹ میں درد تو ہو گا ہی۔

مُلا: کیا ہو گا۔ ہائے اب کیا کروں۔ خانم اب میں مر جاؤں گا۔ حکیم صاحب نے کہا تھا۔ وہ زہر ہے۔ وہ شہد نہیں تھا، زہر تھا۔ حکیم صاحب نے کہا تھا۔ ہائے ہائے...... ہائے خانم......

بیوی: ارے کچھ نہیں ملا۔ ٹھیک ہو جائے گا۔ حکیم صاحب نے تمہاری چٹور پن کی عادت کی وجہ سے چھپانے کے لیے زہر کہا ہو گا۔

مُلا: ہائے...... بہت درد ہو رہا ہے۔ بہت درد ہو رہا ہے۔

(دروازے پر دستک)

یہ کون آ گیا؟

حکیم: (باہر سے آواز آتی ہے) مُلا نصر الدین میں اندر آ جاؤں۔

مُلا: (زور سے) ہائے ہائے ہائے۔

(مُلا تھوڑی دیر میں ہائے ہائے کرتا رہتا ہے۔)

بیوی: آ جائیے حکیم صاحب!

حکیم: (آتے ہیں) السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کہو مُلا کیوں کراہ رہے ہو؟

مُلا: پیٹ میں بہت درد ہے۔ حکیم صاحب بہت درد ہے۔

حکیم: اوہو تو گھبراتے کیوں ہو۔ میں ابھی دوا بھجوائے دیتا ہوں۔

بیوی: کہیے حکیم صاحب آپ کا سفر تو اچھا کٹا۔

حکیم: بہت پُر لطف کٹا۔ آپ لوگوں کو اگر موقع ملے تو سفر پر ضرور جایئے گا۔ طرح طرح کی چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ نئے نئے لوگ۔ خوبصورت جگہیں اور سفر کرنے سے تو آدمی سیکھتا بھی بہت ہے......

مُلا: ہائے ہائے۔ ہائے۔

حکیم: اوہ ملا نصر الدین کو بہت تکلیف ہے۔ میں جا کر جلدی سے دوا بھجوا دوں تو اچھا ہے۔ آپ وہ...... میں...... ایک مرتبان یہاں چھوڑ گیا تھا۔ اگر آپ وہ دے

دیں تو میں جاؤں۔

(ملا اور اس کی بیوی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔)

بیوی: آیئے میں دیتی ہوں مرتبان آپ کو۔

(حکیم اور بیوی دونوں گھر کے اندر جاتے ہیں۔)

مُلا: ہائے اب کیا ہو گا۔ شہد تو میں نے سب کھا لیا۔ اب تو حکیم صاحب غصے سے دوا بھی نہ دیں گے۔

حکیم: (اندر سے آواز آتی ہے) یہ تو خالی ہے۔ یہ تو خالی ہے۔ کس نے سب کھا لیا۔ ہائے ہائے...... میں کوتوال کو بتاؤں گا۔ میں کوتوال کو بتاؤں گا۔

مُلا: ہائے ہائے...... ہائے ہائے......

حکیم: ملا یہ تم ہی نے کھایا ہے جبھی پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔

مُلا: ہائے حکیم صاحب...... ہائے...... اب میں مر جاؤں گا۔ حکیم صاحب مجھے دوا دیجئے۔ میں مر جاؤں گا۔ پھر لوگ آپ کو پکڑ لیں گے...... کہ آپ نے مجھے زہر دیا ہے۔

حکیم: (حیرت سے) ہائیں! زہر!!

مُلا: تو کیا؟ آپ نے کہا تھا کہ اس میں زہر ہے۔

حکیم: اس میں تو شہد تھا۔ تم نے چوری کی ہے۔

مُلا: ہاہاہا۔ آپ نے جھوٹ بولا۔ بس اسی کی سزا ہے۔ آپ کا مرتبان خالی ہو گیا۔ ہاہاہا!

(ہنسی! ہائے ہائے میں بدل جاتی ہے۔)

ہائے ہائے۔ پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔

حکیم: (جاتے ہوئے اپنے آپ سے) اچھا میں نے جھوٹ بولا تھا تو تم بھی چٹور پن کی سزا بھگتو۔ سارا شہد کھا گئے۔ ندیدے کہیں کے......

(چلے جاتے ہیں)

سارا مرتبان خالی کر دیا۔

مُلا: ہائے ہائے...... ہائے ہائے......

(فیڈ آؤٹ)

اناؤنسر: لو بھئی بچو! آج تو ملا جی پھنس گئے۔ حکیم صاحب کو جھوٹ کا مزہ تو چکھا دیا لیکن خود بھی سزا پائی۔ اب درد سے کراہ رہے ہیں۔ لیکن جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ شہد ہی تو کھایا ہے۔ بس زیادہ کھا گئے۔ آپ بھی ذرا احتیاط ہی سے کھایا کیجئے۔ اچھا دیکھئے ملا نصر الدین اگلے ہفتے کیا کرتے ہیں۔ خدا حافظ! خدا حافظ۔ ملا جی آپ بھی تو خدا حافظ کہہ دیجئے۔

مُلا: (آواز بیک گراؤنڈ سے) ہائے ہائے...... خدا حافظ۔ خدا حافظ۔

(اگر ممکن ہو تو ملا سے ہاتھ بھی ملا دیجئے ورنہ رہنے دیجئے......)

ملا نصر الدین۔4

کردار:	آرٹسٹ	
ملا نصر الدین	اختر عباس	نصر ملک
اناؤنسر	نصرت مظفر	(خود)
بیوی	یاسمین طاہر	یاسمین طاہر
زمان	محمد صادق	طاہرہ احمد
ڈھینچوں	جمیل بسمل	

اناؤنسر: آپ نے پچھلی مرتبہ ملا نصر الدین کو دیکھا تھا نا حکیم صاحب کا سارا شہد چٹ کر گئے تھے اور اتنا سارا شہد جو کہ ایک دم کھا لیا تو پیٹ میں درد ہو گیا۔ وہ سمجھے کہ مرتبان میں واقعی زہر تھا۔ حکیم صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ انہوں نے لاکھ سمجھایا کہ بھی مرتبان میں تو صرف شہد تھا لیکن وہ ایک نہ مانے۔ پڑے کراہتے رہے کہ ان کو وہم ہو گیا ہے۔ اب تک تو ان کو یقیناً ٹھیک ہو جانا چاہیے تھا۔

(مُلا کے کراہنے کی آواز)

ہائیں یہ ابھی تک کیوں کراہ رہے ہیں۔ آیئے ذرا خبر تو لیں اب تک کراہنے کے کیا معنی؟

(پلٹ کر مُلا کی طرف دیکھتی ہے۔ ملا لیٹے تکلیف سے بل رہے ہیں اور گاہے گاہے کراہتے ہیں۔)

مُلا نصر الدین آپ اتنے بے چین کیوں ہیں؟

مُلا نصر: ہائے ہائے (بہت زور سے کراہ رہے ہیں)

اناؤنسر: مُلا نصر الدین کچھ بتایئے تو سہی۔

مُلا: وہ حکیم صاحب تھے نا؟

اناؤنسر: ہاں مُلا نصر الدین تھے تو سہی۔

مُلا: انہوں نے میرے پاس ایک مرتبان چھوڑا تھا۔

اناؤنسر: ہاں اس میں شہد تھا، جو آپ نے کھا لیا تھا۔

مُلا: (چلا کر) ہائے شہد نہیں تھا۔ ہائے زہر تھا۔ اب کیا کروں۔

اناؤنسر: لیکن مُلا جی حکیم صاحب نے تو کہا تھا کہ شہد تھا۔

مُلا: لیکن حکیم صاحب نے یہ بھی تو کہا ہے کہ زہر ہے ہائے اللہ اب میں مر جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ خانم۔ خانم۔ خانم۔

(بچہ ٹیوں ٹیوں کرتا داخل ہوتا ہے)۔

اونہوں۔ اونہوں۔ تم کہاں سے آگئے زمان۔ میں خانم کو بلا رہا ہوں اور آ
رہے ہو۔ میری طبیعت بہت خراب ہے۔ جاؤ امی کو بھیجو خانم۔ خانم۔

خانم: اونہوں۔ کیوں شور مچاتے ہو مُلا۔ دو گھڑی چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ کھا
پکاتے پکاتے ذرا سی آنکھ لگی تھی کہ تم نے جگا دیا۔ (آنکھیں جھپکتی ہے۔ کیا ہے۔
بولو۔ بولو نا؟ کیا ہے؟

مُلا: ہائے زہر زہر۔

بیوی: کیا ہوگیا۔ ہاں اے ہاں اے کرتے جاتے ہو پیٹ میں درد ہو رہا ہے؟

مُلا: نہیں درد تو نہیں ہو رہا۔

بیوی: تو پھر کیوں چلاتے ہو؟

مُلا: درد نہیں تو کیا ہے۔ مرتبان میں سے زہر تو کھا لیا میں نے۔

بیوی: حکیم صاحب نے کہا تھا کہ وہ زہر نہیں ہے، شہد ہے۔

مُلا: نہیں، وہ زہر تھا۔

بیوی: وہ شہد تھا۔

مُلا: نہیں، زہر تھا۔

بیوی: اونہوں کیسے زہر ہو گیا۔ اگر درد نہیں رہا اب تو مزے سے بیٹھو۔

مُلا: مزے سے کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ درد نہیں تو نہ سہی وہ زہر تھا۔

بچہ: ٹیوں ٹیوں۔ اب میں جانا چاہتا ہوں۔

مُلا: اونہہ۔ کیا ٹیوں ٹیوں...... ٹیوں ٹیوں لگائی ہے، چپکے بیٹھ رہو۔

بچہ: اونہہ۔ میں ذرا ایک لڈو کھالوں۔ پھر آؤں گا۔ ٹیوں ٹیوں......

مُلا: ہائے وہ زہر تھا، تو اب میں تو مر جاؤں گا۔

بیوی: توبہ توبہ، نعوذ باللہ۔ کیسی بُری باتیں منہ سے نکالتے ہو۔

مُلا: بس اور کیا (روہانسی آواز میں) ہائے اب کیا ہوگا؟ اچھا خانم ٹھیک بتاؤ میں
جنت میں جاؤں گا نا۔

خانم: نیک آدمی جنت میں جاتے ہیں۔

مُلا: ہاں۔ ہاں تو میں نیک ہی آدمی تو تھا۔ تھا نا؟!

خانم: تھے تو نیک آدمی ہی۔ (ذرا سوچ کر) لیکن تم نے ایک مرتبہ چوری کی تھی۔

مُلا: نہیں نہیں میں نے کبھی چوری نہیں کی۔

خانم: واہ حکیم صاحب کا شہد جو کھایا تھا۔

مُلا: وہ چوری نہیں تھی اور نہ وہ شہد تھا۔

خانم: خیر چلو ایک چوری تو خدا معاف ہی کر دیتا ہے۔

مُلا: تو بس پھر میں جنت ہی میں جاؤں گا۔ وہاں مٹھائیاں ہوں گی، ٹھنڈی ہوائیں
چلیں گی، وہاں میں قلفی کھاؤں گا، برف پر بتاشے کی کار چلاؤں گا، نہریں ہوں
گی، ان میں ٹھنڈا دودھ بھرا ہوگا، اس پر جلیبی کا پل بنا ہوگا، پل کے نیچے بالوشاہی
کی کشتی میں بیٹھ کر سیر کروں گا۔ ہاہاہا۔ بادام کی میزیں ہوں گی، سویوں کی
کرسیاں کی کرسیاں، شکر پاروں کے چمچے۔ ہی ہی ہی۔ پستے کی تھالیاں،
کیوڑے سے ہاتھ دھوؤں گا اور ملائی کے پیالے میں فالودہ کھاؤں گا۔ خوب
پیٹ بھروں گا۔ ہاہاہا۔ میرا پیٹ خوب بھرا رہے گا۔ مجھے بھوک ہی نہیں لگے
گی۔ (بیوی کے خراٹوں کی آواز آتی ہے)۔
ہائیں ہائیں...... پھر سو گئیں۔ پھر سو گئیں۔ تم جنت کی باتیں نہیں سنتی ہو۔

بیوی: اونہوں پھر جگا دیا۔

مُلا: میں جنت میں چلا جا رہا ہوں اور تم سو رہی ہو۔

بیوی: جنت میں؟

مُلا: اور کیا ایک چوری تو معاف ہو ہی جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

بیوی: ہاں لیکن تم نے مجھ کو تنگ بھی تو کیا تھا۔

مُلا: ہائے ہائے۔ تم مجھ کو دوزخ میں بھیج کر رہوں گی۔ دوزخ میں تو آگ ہی آگ ہوتی ہے۔ تم مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتیں۔ دیکھو میرے سب گناہ معاف کر دو......

بیوی: ٹھہرو، ذرا سوچ لوں۔ ہوں ہوں۔ ایک شرط پر ملا نصر الدین۔

مُلا: جلدی سوچو۔ خانم۔

بیوی: میں معاف کروں گی اگر پھر تم مجھے سو جانے دو۔ نیند بہت آ رہی ہے۔

مُلا: ہاں ہاں......تو جانے دوں گا۔ اب بتاؤ تم نے معاف کر دیا نا۔

بیوی: ہاں معاف کر دیا......اب میں سونے لگی ہوں۔

مُلا: اوہو۔

زمان: (داخل ہوتا ہے) ٹیوں ٹیوں......

مُلا: زمان بیٹے۔

زمان: جی ابا۔ جی ابا۔ جی ابا۔

مُلا: اونہہ۔ ایک مرتبہ کہہ دینا کافی ہے۔ ہائے ہائے۔ بیٹا میں نے زہر کھا لیا تھا۔ اب میں مر جاؤں گا۔ ذرا یہ تو بتاؤ میں اچھا آدمی ہوں نا۔

بچہ: ابا مجھے تو آپ بہت اچھے لگتے ہیں لیکن؟

مُلا: ہائیں۔ لیکن کیا؟!

بچہ: وہ ڈھینچوں کہہ رہا تھا آپ بہت بُرے آدمی ہیں۔ اس کو بیچنے لگے تھے۔

مُلا: ہائے ہائے۔ یہ تو بہت بُری بات ہے۔ ہائے ہائے ہائے۔

بچہ: ابا میں نے تو نہیں کہا۔ ڈھینچوں کہتا تھا کہ آپ نے اُسے مارا بھی تھا۔

مُلا: ہائے ہائے ہائے ہائے۔ اور خانم تو سو گئیں۔ جاؤ ہمسائی خالہ سے کہو مُلا نصر الدین مرنے والا ہے جلدی سے کچھ اچھے کپڑے لے کر آئیں، مجھے

اٹھانے کو۔

بچہ: ہائیں، اچھے اچھے کپڑے؟

مُلا: ہاں اور بہت اچھا سا کھانا بھی۔ گھر سے ہمیشہ کھا کر جانا چاہیے۔

بچہ: اچھا اب......ٹیوں ٹیوں ٹیوں۔

(چلا جاتا ہے۔)

مُلا: ڈھینچوں سے معافی مانگنی چاہیے۔ اس نے مجھے اگر بددعا دی تو پھر مجھے دوزخ میں بھیج دیں گے اور پھر مجھے نہ مٹھائی ملے گی نہ اچھے اچھے کھانے۔ (آوازیں دیتے ہیں) ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔

ڈھینچوں: (ڈھینچوں کی باہر سے آواز آتی ہے) پھوو پھوو کیا ہے، کیا ہے، کیا ہے، کیا ہے۔

مُلا: (رندھی ہوئی آواز میں) ڈھینچوں پیارے۔ پیارے ڈھینچوں۔

ڈھینچوں: جی۔ جی۔ جی۔ جی۔ جی۔

مُلا: ڈھینچوں پیارے۔ اندر آ جاؤ۔ اندر آ جاؤ۔

ڈھینچوں: نہیں آ سکتا۔ نہیں آ سکتا۔ بندھا ہوا ہوں۔ بندھا ہوا ہوں۔

مُلا: او ہو اچھا تو سنو۔ بات یہ ہے کہ میں نے زہر کھا لیا ہے۔ اور میں مرنے والا ہوں۔

ڈھینچوں: اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے۔

مُلا: (اٹھ کر روتے ہوئے) اونہوں۔ ہائے ہائے۔ اچھی بات نہیں ہے۔ اچھی بات نہیں ہے۔ اچھی بات نہیں ہے۔ تم بالکل گدھے ہو۔

ڈھینچوں: گدھا ہوں۔ گدھا ہوں۔

مُلا: چپ کرو......یہ بہت بُری بات ہے کہ میں مرنے لگا ہوں۔ اس لیے اب تم مجھ کو معاف کر دو۔

ڈھینچوں: اچھا کر دیتا ہوں۔ کر دیتا ہوں۔ کر دیتا ہوں۔ کر دیتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

مُلا: اونہہ چپ کرو۔

مُلا: (اپنے آپ سے) اتنی جلدی معاف کر دیا، گدھا ہے نا۔ اب مجھے لیٹ جانا چاہیے سب گناہ معاف کروا لیے ہیں۔ (رندھی آواز میں) اب میں مر جاؤں گا۔ ہائے ہائے ہائے۔ اب مجھے لیٹ جانا چاہیے۔ (لیٹے ہوئے منہ بسورتے رہتے ہیں) نہیں۔ ذرا خانم کو خدا حافظ کہہ دوں۔ خانم۔ خانم۔ خانم۔

خانم: (جاگتے ہوئے) اونہہ۔ کیاں ہے ملا۔ کیاں ہوں گیاں۔ اب کیوں جگایاں؟

مُلا: ناراض نہ ہو خانم۔ بس اب خدا حافظ کہتا ہوں۔ خدا حافظ...... اب میں مرنے کا ہوں۔ مجھ پر کوئی اچھا سا کپڑا ڈال دینا۔ اب تم روؤ گی بھی، تو نہیں بولوں گا۔ خدا حافظ...... (لیٹ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں)

(بیوی رونے لگتی ہے)

(ملا لیٹے ہوئے ہیں۔ ان پر ایک اچھی سی چادر ڈالی گئی ہے۔ بیوی دور سے رو رہی ہے۔ بچہ اور ہمسائی داخل ہوتے ہیں۔ بچہ کھانے کا طشت اٹھائے ہوئے ہے اور ہمسائی کپڑا)۔

بچہ: (داخل ہو کر) ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

بیوی: بند کرو یہ ٹیوں، ٹیوں، ٹیوں۔

نصر الدین: ہو ہو ہو ہو۔

بیوی: بند کرو یہ ٹیوں ٹیوں ٹیوں۔ مُلا نصر الدین تو مر گئے۔ مُلا نصر الدین۔ ہو ہو ہو ہو۔

بیوی: اب کیا کریں۔ خدا کے لیے کوئی حکیم صاحب کو بلاؤ۔

بچہ: وہ کڑوی دوائیں دیں گے تو ابا اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔

بیوی: ہائے ہائے اب وہ دوا کیسے پی سکتے ہیں۔

(باہر سے ڈھینچوں کی آواز بھی آتی ہے)

بچہ: صبر کرو امی۔ اچھا اب میں ہمسائی خالہ سے جا کر کہتا ہوں کہ وہ کھانا اور کپڑا

واپس لے جائیں۔

بیوی: ارِیں۔ مُلا نصر الدین۔

بچہ: ابا۔ ابا۔ ٹیوں ٹیوں۔

مُلا: کہاں جا رہے ہو؟؟؟ کھانے کا طشت لے کر۔ ٹھہرو۔

بیوی: تم زندہ کیسے ہو گئے؟

مُلا: دراصل بات یہ ہے کہ میں تو مرنے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ بالکل خاموش، بولا بھی نہیں۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ جنت میں نہیں تھا، کیونکہ نہ مجھے دودھ، نہ مٹھائی، نہ حلوہ، کچھ بھی نہیں مل رہا تھا اور پھر مجھے گرمی بھی نہیں لگ رہی تھی، بالکل نہیں لگ رہی تھی، اس لیے میں دوزخ میں بھی نہیں تھا۔ اس لیے میں نے غور کرنا شروع کیا۔ بہت غور کیا کہ میں کہاں ہوں اور چونکہ بھوک لگ رہی تھی۔ اس لیے میں نے جلدی معلوم کر لیا کہ میں کہاں ہوں۔

سب: کہاں تھے؟

مُلا: میں یہیں تھا۔ دنیا میں۔ میں زندہ تھا۔ ہاہاہاہا۔ اٹھ بیٹھا۔ کہ میں بھوکا نہ رہ جاؤں۔ ہاہاہا۔ لاؤ جلدی سے کھانا دو۔ کھانا دو۔ کھانا دو۔ لاؤ کھانا۔ ہاہاہاہا۔

اناؤنسر: لو بھئی مُلا نصر الدین تو اچھے بھلے ہو گئے۔ اب مزے سے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ آپ نے کھانا کھا لیا؟ اچھا اگر نہیں کھایا تو آپ بھی کھانے کے وقت پر مزے سے کھانا کھائیے گا۔

اگلے ہفتے مُلا نصر الدین کے ساتھ پھر ملیں گے۔ خدا حافظ۔

Scanned with CamScanner

مُلا نصرالدین-5

کردار:

مُلا نصرالدین

اناؤنسر

زمان

بیوی

ڈھینچوں

ہمسائی

منا

اناؤنسر: لو بھئی آج ہفتہ آ گیا اور ہم مُلا نصر الدین سے ملیں گے۔ مجھے تو ہفتہ بھر مُلا نصر الدین بہت یاد آتے رہے اور میں سوچتی رہی کہ اس بار مُلا جی سے ملاقات ہوگی تو معلوم نہیں کیا کر رہے ہوں گے۔ ان کا پتہ تھوڑا ہی چلتا ہے کہ کیا کریں گے۔ بس ایک دم سے انہیں کوئی الٹی سیدھی بات سوجھ جاتی ہے مجھے تو ان کی باتوں پر بڑی ہنسی آتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے ان کے گھر میں جھانک کر دیکھا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ کچھ ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ شاید آج ذرا جلدی سو جائیں۔ آپ بھی تو ابھی تھوڑی دیر میں سو جائیں گے نا؟ آیئے پھر ذرا مُلا نصر الدین سے مل لیں۔ سونے سے پہلے۔

(مُلا نصر الدین کے کچھ گنگنانے کی آواز آتی ہے۔)

اناؤنسر: لیجیے آواز تو سنائی دی مُلا نصر الدین کی۔

(پلٹ جاتی ہے)۔

کچھ گنگنا رہے ہیں۔

(مُلا نظر آتا ہے۔ کچھ گنگناتا ہوا چلا آ رہا ہے۔)

اناؤنسر: السلام علیکم مُلا نصر الدین۔ (کوئی جواب نہیں آتا)

اوہو۔ ملا نصر الدین آپ تو آج بہت موڈ میں معلوم ہوتے ہیں۔

(ذرا زور سے) السلام علیکم مُلا نصر الدین۔

مُلا: (پلٹ کر) اوہ آپ ہیں۔ (گنگنا کر) وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ (چلنے لگتے ہیں۔)

اناؤنسر: آپ تو چل ہی دیئے مُلا نصر الدین کہاں جا رہے ہیں۔

مُلا: (گنگنا کر) میں سونے کے لیے جا رہا ہوں۔

اناؤنسر: آج آپ کو بہت نیند آ رہی ہے؟

مُلا: جی ہاں نیند آ رہی ہے۔

اناؤنسر: تو پھر آپ ہر بات گا کر کیوں کر رہے ہیں؟

مُلا: بات یہ ہے کہ میری آواز بہت اچھی ہے۔ اوں ہوں۔ ہوں ہوں۔ ہاہاہاہا

(یہ گانے کے انداز میں) دیکھا، آپ نے (گا کر) میں گاتا ہوں۔

بہت اچھا گاتا ہوں۔

میں مُلا نصر الدین ہوں اور گانے کا شوقین ہوں اور گاتا گاتا۔ چلتا چلتا ر

جاؤں گا۔

پھر سو جاؤں گا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ مجھ کو نیند آتی ہے۔ مجھ کو سونے کی جلدی ہے۔ اوہ

ہوہو۔ میں تو بہت اچھا گاتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ گانا مجھ کو مُنّے کو بھی سنا

چاہیے۔ بلاتا ہوں۔ زمان۔ زمان بیٹے۔

زمان: (آف کیمرہ) ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

ملا: اونہوں۔ یہاں آؤ نا بیٹے ہم تم کو گانا سنائیں گے۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ آپ مجھے گانا سنائیں گے۔ واہ۔ واہ۔

ملا: ہاں یہاں آ جاؤ۔ تخت کے پاس۔ ایسے۔ آ...... اب میں تم۔ (اگر ممکن ہو تو دونوں

پتلیاں بیٹھ جائیں) کو سناؤں گا گانا۔ اصل میں مجھ کو ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ

میری آواز بہت اچھی ہے۔ دیکھو۔ دیکھو۔ (تھوڑا گنگناتے ہیں) ہوں۔

ہوں۔ ہوں۔ اوہوں ہوں۔ ہوں۔ تو سنو۔

اب اندھیرا ہو چلا ہے ہر طرف

اک دھواں سا چھا رہا ہے ہر طرف

(باہر سے ڈھینچوں کے بولنے کی آواز آتی ہے۔)

اوڈھینچوں چپ کرو ڈھینچوں۔

(ڈھینچوں بولتا ہے) (مُلا جی ڈانٹتے ہیں)۔

چپ کرو بدتمیز۔ میں گانا گا رہا ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔

گھاس اور پیڑوں کے پتے سو گئے

زمان: میں بھی گاؤں گا ساتھ ساتھ۔

ملا: گھاس اور پیڑوں کے پتے سو گئے۔ ٹیوں ٹیوں کیوں کیوں۔

دیکھو چپ چاپ کیسے ہو گئے۔ کیوں ٹیوں ٹیوں کیوں

ہاہاہاہا ہی واہ واہ واہ او۔

خوب گانا ہے یہ تو...... خان۔ خانم۔ خانم۔ یہاں تو آؤ گانا ہو گیا۔ گانا ہو گیا۔

خانم۔ خانم۔ خانم۔

بیوی: (دور سے) اونہوں مُلا نصر الدین بڑا ہی شور مچاتے ہو تم۔

مُلا: یہاں آؤ خانم۔ یہاں آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ

بیوی: (کیمرے کے سامنے) اونہہ۔ کیا ہے۔

مُلا: خانم گانا ہو گیا۔ گانا۔ آؤ۔ تم بھی بیٹھ جاؤ نا۔ مُنّے کے ساتھ ہی ہم تم کو گانا سناتے

ہیں۔ بہت اچھا گانا ہے۔ سنو۔

بیوی: ارے مُلا اب کیا سناؤں گی گانا۔ جو گانے میں گاتی رہی ہوں سکول میں۔ ایسی

اچھی آواز تھی میری۔ مجھے یاد ہے یہی کچھ۔ (بہت سی ناک میں میں گاتی ہے۔)

مُلا: (غصے سے) میں نے تم سے گانا سننے کو تھوڑا ہی بلایا ہے۔ تمہاری آواز سن کر تو

ڈھینچوں بھی بولنے لگا۔ چپ ڈھینچوں۔ چپ میں گاؤں گا۔

ڈھینچوں: (پھرررر کر کے چپ ہو جاتا ہے۔)

ملا: سنو اب۔ ہوں ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔

آ رہی ہے نیند اب۔

(ڈھینچوں بولتا ہے)

چپ کر۔

بیوی: ڈھینچوں تم پر ہنس رہا ہے۔

مُلا: (روہانسے ہو کر) نہیں نہیں یہ سب غلط ہے۔ ڈھینچوں اب نہیں بولنا، سنو۔

آ رہی ہے نیند اب پھولوں کو بھی
ہر کسی کو سوجھی ہے آرام کی
ہر کسی کو......

(پھر ڈھینچوں بولتا ہے)

اوں اوں ڈھینچوں میرا مذاق اڑاتا ہے۔ میں نہیں گانا سناؤں گا۔ ڈھینچوں تم بہت بدتمیز ہو۔ میں نہیں بولوں گا تم سے۔ چلو سب سو جاؤ رات ہو گئی ہے اور میں بہت تھک گیا ہوں۔ چلو منّے سو جاؤ۔ جاؤ خانم۔

(بتیاں آہستہ آہستہ لیٹ جاتی ہیں کہ دروازہ زور سے کھٹکھٹایا جاتا ہے)

مُلا: ہائیں یہ کیا ہے؟

ہمسائی: (باہر سے) مُلا نصر الدین۔ مُلا نصر الدین۔ مُلا نصر الدین۔ دروازہ کھولو۔ جلدی۔ ہائے میں لٹ گئی۔ چور۔ چور۔ چور۔ چور۔

مُلا: ہائے ہائے خانم یہ کیا ہے۔ میں تو تھک کر اب سونے لگا تھا۔ یہ چور کہاں سے آ گیا گھر میں۔

منا: ابا ہمارے گھر میں نہیں، ان کے گھر میں ہوگا۔

مُلا: (اطمینان سے) اچھا تو ہمیں کیا۔ (لیٹنے لگتے ہیں)۔

(دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا جاتا ہے)۔

ہمسائی: مدد مدد۔ مُلا نصر الدین مدد کرو۔ چور چور۔

بیوی: آئے ہائے۔ اٹھ کر دروازہ تو کھولنا چاہیے۔ ہماری ہمسائی چلائے جاتی ہے۔ جاؤ زمان دروازہ کھولو۔ جاؤ۔ جاؤ۔

منا: جاتا ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔

مُلا: خواہ مخواہ مجھ کو پریشان کرے گی ہمسائی۔ رات کا وقت ہے آرام کا، کوئی کسی سے ملنے کا وقت تو ہے نہیں۔

ہمسائی: (آتے ہوئے) غضب ہو گیا۔ مُلا نصر الدین۔ اندھیرے میں گھر میں دو چور گھس آئے ہیں۔ ہائے۔ ہائے۔ اور میرے میاں نے ان کو روکنے کی کوشش کی تو دونوں ان کو پیٹنے لگے۔ ہائے وہ دونوں میرے میاں کو پیٹ رہے ہیں۔ (رو پڑتی ہے۔)

بیوی: آئے ہائے۔ اٹھو نا مُلا، چل کر مدد کرو۔

مُلا: مدد کرو؟؟ کیسی مدد۔ جب دو آدمی پیٹ ہی رہے ہیں تو تیسرے کی کیا ضرورت ہے؟

ہمسائی: کیا مطلب؟؟

مُلا: مطلب یہ کہ میں پھر کبھی پیٹ لوں گا۔ فی الحال دو آدمی ہی کافی ہیں۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔

بیوی: آئے ہائے ملا کیا ہو گیا ہے تم کو۔ وہ تم کو اس لیے تھوڑا ہی بلا رہی ہے کہ تم بھی اس کے میاں کو پیٹو۔ وہ تو اس لیے بلا رہی ہے کہ اس کو چوروں سے بچاؤ۔

مُلا: اوہ اچھا۔ بچاؤں۔ ہوں۔ ہاں۔ بچاؤں؟؟

ہمسائی: جلدی کیجیے مُلا گھر میں اندھیرا ہے۔ وہ معلوم نہیں کتنا نقصان کر ڈالیں گے۔

مُلا: (آہستہ سے) اور اگر انہوں نے مجھے بھی پیٹ ڈالا تو؟؟ (اونچی آواز میں) آ...... تم کسی اور کو نہیں بلا لیتی مدد کے لیے؟

ہمسائی: اوہو مُلا آپ تو بہت بزدل معلوم ہوتے ہیں۔

بیوی: آئے ہائے مُلا تم نے تو ناک ہی کٹوا دی ہماری۔

بچہ: ابا ڈر گئے...... ابا ڈر گئے...... ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔

ملا: چپ کرو۔ خاموش۔ میں ڈرتا نہیں ہوں۔ میں تو ذرا سوچ رہا تھا (اپنے آپ سے) اگر میں نہ گیا تو بڑی بدنامی ہوگی۔ لوگ مجھ کو بزدل کہیں گے۔

بیوی: اونہہ تم تو سوچتے ہی رہو گے۔ میں چلتی ہوں۔ چلو زمان میرے ساتھ۔

(جانے لگتی ہے۔)

چلے چلئے۔ میں چلتا ہوں چور کو بہت ماروں گا۔ خوب پیٹوں گا۔

نہیں میں تو پیچھے ہی رہ گیا۔ یہ سب تو بہادر کہلائیں گے۔ (اور میں) بزدل۔چل
میں بھی چلتا ہوں۔ ہاں۔ میں سب سے زیادہ بہادر ہوں۔ میں چور کو باندھ کر
لے آؤں گا۔ ہاں۔ جاؤ مُنّے اندر سے رسہ اٹھا کر لاؤ۔

بچہ: اچھا جی...... (جاتا ہے) ہوں ہوں۔

ہمسائی: خدا کے لیے جلدی کیجئے مُلا جی۔ وہ دونوں اندھیرے میں میرے میاں کو پیٹ
رہے ہوں گے۔ ہائے ہائے۔ (روتی ہے۔)

مُلا: جاؤ خانم تم جلدی سے کپڑے دھونے کا ڈنڈا لے آؤ۔ جلدی کرو۔

بچہ: میں رسہ لے آیا ابا۔

مُلا: چلو بھئی سب چلو۔ چلو خانم ڈنڈا سنبھال لو۔

(ایک شور روانگی کا پیدا ہوتا ہے)

بچہ: چلو امی۔ ہم پکڑ لائیں گے چوروں کو۔

(سب باہر جا رہے ہیں۔)

مُلا: میری بہادری تو مشہور ہو جائے گی۔

ہمسائی: جلدی کرو۔ معلوم نہیں وہاں اندھیرے میں کیا ہو چکا ہوگا۔ (جاتے ہیں)

--Fade Out--

(بچہ، بیوی اور مُلا ایک قطار میں (ہمسائی کے گھر میں) کھڑے ہیں۔ جیسے رسہ کشی کر رہے
ہوں۔ رسی کا ایک سرا دروازے سے باہر ہے۔)

مُلا: زمان تم ادھر پکڑ لو۔ اور زور سے کھینچو۔ (مُلا بہت جوش میں ہیں) آہاہاہا۔ اور
خانم تم بیچ میں سے۔ چور باندھ رکھا ہے دوسری طرف اور اس طرف سے میں
پکڑتا ہوں۔ زور سے کھینچنا کہ چور سیدھا اندر پہنچ جائے۔ میں نے اس کی کمر

میں بڑی چالاکی سے رسا باندھا تھا۔ چلو شاباش زور لگاؤ۔

سب: شاباش ایک دو تین چار (سب زور لگاتے ہیں)۔ دوسری طرف سے ہمسائی کے
چیخنے کی آواز آتی ہے۔)

ہمسائی: ہائے ہائے یہ کیا ہے۔ ارے یہ میرے میاں کی کمر میں رسہ کس نے باندھ دیا۔
(ادھر ملا اور ان کا خاندان زور سے کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں) ہائے ہائے
مت کھینچو بیچارے کو، پہلے ہی ادھ موا ہو رہا ہے۔

بیوی: ہائے یہ کیا ہے۔ ارے ٹھہرو زمان۔ مت کھینچو۔ ٹھہرو۔ یہ کس کو رسی باندھ آئے
ہو۔ چور سمجھ کر۔

مُلا: نہیں نہیں وہ چور ہی ہے۔ (کھینچ رہا ہے۔)

(ہمسائی آتی ہے)

ہمسائی: آئے ہائے۔ چھوڑو رسہ ملا۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ بچارے میرے ہی میاں کو
گھسیٹ رہے ہو۔ پہلے چوروں نے مارا، اب تم اس کو رسہ سے کھینچ رہے ہو۔

مُلا: (کھسیانا ہو کر) اوہو۔ یہ تو عجیب بات ہے۔

زمان: واہ واہ ملا، آپ نے تو خوب چور پکڑا۔ ہی ہی ہی ہی۔

مُلا: چلو بھاگو یہاں سے چلو۔ جاؤ۔

زمان: ہی ہی ہی۔ ہی ہی۔ ٹیوں ٹیوں۔

مُلا: بھاگ بھاگ (دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔)

اناؤنسر: واہ بھئی واہ۔ واہ بھئی اوہ۔ خوب چور پکڑا مُلا نصر الدین نے۔ انتظام تو بہت اچھا
کیا تھا لیکن اندھیرے میں غلطی ہو گئی۔ اچھا اب دیکھئے اگلے ہفتے کیا کرتے
ہیں۔ اچھا بچو! اگلے ہفتے مُلا نصر الدین سے پھر ملاقات ہوگی۔ اس دیر کے لیے
خدا حافظ۔

ملا نصرالدین۔6

کردار:۔

تپلی کار	آواز	
(خود)	نسرین سعید	اناؤنسر
نصر ملک	اختر عباس	مُلا نصرالدین
یاسمین طاہر	محمد صادق	زمان
طاہرہ احمد	جمیل بسمل	ڈھینچوں

Scanned with CamScanner

اناؤنسر: آج مُلا نصر الدین کا دن ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو میں ان سے ملنے گئی تو اس قدر گہری سوچ میں تھے کہ بات تک نہیں کرتے تھے۔ معلوم نہیں آج کیا بات ہے۔ کبھی اٹھ کر ٹہلتے تھے کبھی بیٹھ جاتے تھے اور سوچنے لگتے تھے۔ کبھی انگلیوں پر کچھ گننے لگتے۔ کوئی حساب کا سوال معلوم ہوتا ہے۔

(بیک گراؤنڈ میں سے زور سے مُلا کی آواز آتی ہے۔)

مُلا: (جھنجلا کر) کیا مصیبت ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔

اناؤنسر: (جنت سے سُن کر) اوہو۔ یہ تو مُلا کی آواز تھی۔ میرا خیال ہے غور کرتے کرتے جھنجھلا گئے۔

مُلا: (اور جھنجلا کر) یہ کیسے تقسیم ہوگا۔ ہائیں۔

(پلٹ کر مُلا کی طرف چہرہ پھیر کر)

مُلا نصر الدین آج کیا بات ہے۔

(مُلا کے کمرے میں ایک بہت بڑا بلیک بورڈ اس پر......)

مُلا: عجیب مشکل ہوگئی۔

اناؤنسر: کیا مشکل ہوگئی؟

مُلا: اچھا بتاتا ہوں۔ ہاہا۔ بات یہ ہے کہ مجھ کو میرے ایک دوست نے یہ خط لکھا ہے۔ سنیے......

''میرے بہت اچھے اور عقلمند دوست مُلا نصر الدین۔''

(خوش ہو کر) دیکھا آپ نے، مجھ کو بہت اچھا اور عقلمند کہتا ہے۔ ہاہاہا۔ (پڑھتے ہوئے۔) ہوں۔

میرے بہت اچھے اور عقلمند دوست۔ میں کچھ دیر کے لیے سفر پر جا رہا ہوں۔ میں بہت دن بعد لوٹوں گا کیونکہ کچھ تجارت کروں گا۔ میں یہاں سترہ گدھے

چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان کو آپ اپنی عقلمندی سے کام لے کر (ذرا کھنکھار
ہیں) میرے تین بیٹوں میں اس طرح بانٹ دیجئے کہ سب سے بڑے کو آدھا
حصہ ملے، دوسرا کو تیسرے حصہ اور چھوٹے کو نواں حصہ ملے۔

(دیکھنے والوں سے) سمجھے آپ؟ یعنی 17 گدھے۔ سب سے بڑے کو
آدھے یعنی آٹھ گدھے پورے اور ایک آدھا؟ ہائیں گدھا آدھا کیسے ہو سکتا
ہے؟ نہیں ہو سکتا۔ اونہوں۔ مَیں مُنّے کو بلاتا ہوں۔ وہ شاید کچھ مدد کر سکے۔

(آواز دیتے ہوئے) زمان۔ زمان۔ بیٹے۔ زمان۔

زمان: آتا ہوں ابا۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

(اندر چلا جاتا ہے۔)

ملا: زمان تم سے ایک ضروری کام کروانا چاہتا ہوں۔ ذرا تیار ہو جاؤ۔

زمان: میں بالکل تیار ہوں۔ ٹی ٹی ٹی ٹیوں۔ ٹی ٹی ٹی ٹیوں۔ ٹیوں ٹیوں۔

ملا: سنو۔ سترہ گدھے ہیں۔

زمان: (اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے) کہاں ہیں۔ کہاں؟

ملا: اونہوں یہاں نہیں کہیں اور ہیں۔ ہمیں انہیں تقسیم کرنا ہے۔

زمان: ہائیں۔ ہمیں انہیں تقسیم کرنا ہے؟ جہاں ہیں وہیں تقسیم کیوں نہیں ہو جاتے۔
ٹیوں ٹیوں۔

ملا: چپ کرو ٹیوں ٹیوں۔ سترہ گدھوں کو دو سے تین سے اور نو سے تقسیم کرنا ہے۔

زمان: (سوچ کر) ایک گدھا بھاگ جائے گا۔

ملا: کیا مطلب۔ بھاگ جائے گا۔

زمان: سولہ تو آٹھ آٹھ میں بٹ جائیں گے۔ آخری کے دو ٹکڑے کرنے پڑیں گے۔
اس لیے وہ بھاگ جائے گا۔

مُلا: اونہوں یہ تو بہت بُری بات ہے۔ سترہ گدھے تو نہ دو پر تقسیم ہوتے ہیں۔ نہ تین

پر۔ نہ نو پر۔ یہ بڑا مشکل سوال ہو گیا۔ (سوچ رہے ہیں) اوں۔ ہوں۔ ہوں۔
(ایک خیال آتا ہے) آہاہاہاہا۔ اگر اٹھارہ گدھے ہوتے تو میں بانٹ سکتا تھا۔
اٹھارہ تو دو پر تقسیم ہو جاتا ہے اور تین پر بھی اور نو پر بھی۔

زمان: لیکن پھر تو ایک گدھا اور ہونا چاہیے۔ اب ایک گدھا کہاں سے آئے گا؟
(ڈھینچوں کی آواز باہر سے آتی ہے)۔

مُلا: ہائیں یہ ڈھینچوں بول رہا ہے۔ ہائیں ڈھینچوں۔ زمان بیٹے ہم اپنا ڈھینچوں دے
دیں؟ کہو۔

زمان: اوں۔ اوں۔ اوں۔ اوں۔

مُلا: پھر ہم بہت عقلمند کہلائیں گے نا۔ گدھے بھی بٹ جائیں گے اور میرا دوست بھی
خوش ہو جائے گا۔ ہم تم کو دوسرا ڈھینچوں لا دیں گے زمان۔ پھر لا دیں گے۔

زمان: اچھا۔ اچھا میں ڈھینچوں کو بلاتا ہوں۔ خدا حافظ۔ تو کہہ دوں۔

مُلا: ہاں بلاؤ میں بھی خدا حافظ کہوں گا۔

(زمان جاتا ہے)

یہ گدھے تقسیم ہو جائیں گے تو خانم پر میرا بہت رعب پڑ جائے گا۔ بڑا مشکل سوال
تھا۔ میں عقلمند مشہور ہو جاؤں گا لیکن ڈھینچوں؟؟ اوہ ڈھینچوں دوسرا لے لیں گے۔

ڈھینچوں: آداب۔ آداب۔ آداب۔ آداب۔ آداب۔ آداب۔ (مُلا جی بس
کرو۔ بس کرو کہہ کر روکنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ڈھینچوں کافی دیر جاری
رہتا ہے اور آداب کہتے ہوئے اپنا چہرہ سامعین کی طرف بھی پھیرتا ہے۔)

ملا: بس کرو۔ بس کرو۔ بس کرو۔

ڈھینچوں: آداب۔ آداب۔ آداب۔ پھرررررر۔

زمان: (تھپتھپاتے ہوئے) ابا یہ پہلی دفعہ گھر کے اندر آیا ہے نا۔ اس لیے اتنا بول رہا ہے
اور سب کو آداب کر رہا ہے۔

ڈھینچوں: یہی بات ہے۔ یہی ہے۔ یہی ہے۔ یہی ہے۔ آج میں دوستوں سے ملا ہوں۔ ملا ہوں۔ ملا ہوں۔ پھرررررر۔

مُلا: ڈھینچوں بات یہ ہے کہ ہم کو اپنے ایک دوست کی خاطر ایک کام کرنا ہے۔ اس دوست کے سترہ گدھے تھے اور جس حساب سے ان کو اس کے بیٹوں میں بانٹنا ہے اس طرح 17 کا ہندسہ تقسیم نہیں ہوتا۔

ڈھینچوں: اٹھارہ کر لیجئے۔ کر لیجئے۔

زمان: ہائے پیارے ڈھینچوں اس لیے ہمیں ایک گدھا اور چاہیے تھا۔

ڈھینچوں: میں ہوں۔ میں ہوں۔ میں ہوں۔ ہوں ہوں ہوں۔ پھرررررر۔

مُلا: اس لیے ہم تم کو خدا حافظ کہنا چاہتے ہیں کہ تمہاری مدد سے بانٹنے کے بعد پھر تم ہمارے پاس نہیں رہو گے۔ ڈھینچوں تم بہت اچھے گدھے تھے لیکن ہمیں اپنے دوست کی خاطر تم کو چھوڑنا پڑے گا۔

ڈھینچوں: نہیں چھوڑنا پڑے گا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔

مُلا: تم سیدھے ہو۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔

ڈھینچوں: آئے گی۔ آئے گی۔ آئے گی۔

مُلا: اوہو۔ ہم تم کو تقسیم کر کے سمجھاتے ہیں۔ سنو۔ دیکھو منّے اب ہو گئے اٹھارہ گدھے۔ ان کو دو سے تقسیم کرو۔ کرو شاباش۔ کریں۔ کتنے ہوئے۔

زمان: نو ہو گئے۔

مُلا: نو ہو گئے۔ تو گدھے نو مل گئے۔ بڑے بیٹے کو اب اٹھارہ کو تین سے تقسیم کرو۔ کر لیا؟ کتنے ہوئے۔

زمان: اٹھارہ کو تین سے تقسیم کیا تو چھ گدھے ہو گئے۔

مُلا: اچھا تو یہ گدھے مل گئے دوسرے بیٹے کو۔ اب اٹھارہ کو نو سے تقسیم کرو۔ کر لیا کتنے ہوئے؟

زمان: اٹھارہ کو نو سے تقسیم کیا تو ہوئے دو گدھے۔

مُلا: بس یہ دو گدھے تیسرے لڑکے کو مل گئے۔ واہ بھئی واہ۔ دیکھو ڈھینچوں۔ 9 گدھے ملے بڑے لڑکے کو۔ چھ ملے دوسرے کو اور دو ملے تیسرے کو۔ آیا سمجھ میں۔

ڈھینچوں: ہاں۔ میں بچ گیا۔ بچ گیا۔ بچ گیا۔

مُلا: کیسے بچ گیا۔ تم بالکل گدھے ہو۔

ڈھینچوں: جمع کرو۔

مُلا: چلو زمان جمع کرو۔ لکھو 9 جمع 6 جمع 2 کتنے بنے؟

زمان: سترہ بنے۔ ڈھینچوں بچ گیا۔ ڈھینچوں بچ گیا۔ بچ گیا۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

مُلا: سچ مچ۔ واہ بھئی واہ۔ واہ بھئی واہ۔ میں تو بہت ہی عقلمند ہوں۔ 17 گدھے بھی بٹ گئے اور ڈھینچوں بھی بچ گیا۔ واہ بھئی واہ۔ میں تو بہت عقلمند ہوں۔

ڈھینچوں: نہیں جی۔ میں ہوں۔ میں ہوں۔ میں ہوں۔ میں ہوں۔

مُلا: واہ میں ہوں۔

ڈھینچوں: میں ہوں۔ میں ہوں۔

مُلا: میں ہوں۔ میں ہوں۔ میں ہوں۔

(تکرار کرتے ہوئے فیڈ آؤٹ)

اناؤنسر: بھئی یہ فیصلہ کرنا تو واقعی بہت مشکل ہے کہ دونوں میں سے کون زیادہ عقلمند تھا۔ دیکھیں کون جیتتا ہے۔ لیکن سوال کیسا دلچسپ تھا۔ آپ بھی اٹھارہ کو پہلے دو سے تقسیم کیجئے۔ پھر تین سے۔ پھر نو سے۔ سترہ ہی بنیں گے ہے نا مزے کا سوال۔ اگر جی چاہے تو ماسٹر صاحب سے پوچھ لیجئے اور اپنا جواب ہمیں بھی لکھے گا ضرور۔ اب دیکھیں مُلا نصر الدین اگلے ہفتے کیا کرتے ہیں۔ اچھا ننھے ساتھیوں چلو اسکول کا کام کر لیں۔ خدا حافظ۔

Scanned with CamScanner

مُلا نصرالدین۔ 7

سین:	آواز:	کردار:
نصیر ملک	اختر عباس	ملا نصرالدین
طاہرہ احمد	یاسمین طاہر	خانم
یاسمین طاہر	نعیم طاہر	حکیم
خود	نسرین سعید	اناؤنسر

Scanned with CamScanner

اناؤنسر: آج پھر ہفتہ ہے اور ہماری ملاقات مُلا نصر الدین سے ہوگی۔ اب تو آپ مُلا نصر الدین کو اچھی طرح جاننے لگے ہوں گے اور ان کے گھر والوں کو بھی۔ اور ہاں ڈھینچوں کو بھی تو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو مُلا جی اپنا ایک کان پکڑے بیٹھے تھے اور خانم سو رہی تھیں۔ اب معلوم نہیں کیا کر رہے ہیں۔ آیئے دیکھیں مُلا نصر الدین کس حال میں ہیں۔ (پلٹ کر) مُلا نصر الدین کہاں ہیں آپ؟

مُلا: (کراہتے ہوئے) وائے وائے وائے۔

اناؤنسر: اوہو! کیا ہوا آپ کو مُلا جی؟

مُلا: وائے درد۔ درد۔ درد۔ وائے۔

(کان سہلاتے ہوئے۔

اناؤنسر: تت۔ تت۔ تت۔ تت۔ بڑا افسوس ہے۔ مُلا جی کہاں درد ہے آپ کو۔

مُلا: وائے۔ کان میں ہے۔ کان میں ہے۔ ارے کوئی حکیم صاحب کو بلاؤ۔

اناؤنسر: کون سے کان میں ہے درد مُلا نصر الدین؟

مُلا: اِدھر۔ اِدھر۔ دائیں کان میں ہے۔ دائیں کان میں۔

اناؤنسر: تو آپ جلدی سے کوئی دوا ڈلوا لیجیے نا؟

مُلا: وائے۔ یہی تو کہہ رہا ہوں۔ ارے خانم۔ خانم۔ کہاں جا بیٹھی ہو۔ آؤ بھی نا۔

خانم: (آتے ہوئے) تو نہ ہے۔ مُلاں نصر الدین تم توں ساراں گھر سر پر اُٹھاں لیتے ہوں۔ اینک منٹ نہیں جو کسیں کو آرام لینے دوں۔ ذراں سی آنکھ لگیں نہیں کسی وقت تو چپ رہا کرو۔

مُلا: اونہہ۔ خانم تمہاری تو ہر وقت آنکھ ہی لگی رہتی ہے۔ کسی وقت تو جاگا کرو۔

خانم: (آنکھیں ملتے ہوئے) اونہہ کیا ہیں۔ اب بولوں بھی توں جب جگاں ہی دیاں تو بانت بھی بتاؤں۔

مُلا: واۓ ارے کیا بتاؤں۔ اتنی دیر سے داۓیں کان میں درد ہو رہا ہے، کہا تو تھا کہ حکیم صاحب کو بلا دو۔

خانم: خواں مخواں جگایاں۔ میں نے زمان کو کہاں توں تھا کہ حکیم صاحب کو بلا لاۓ۔ وہ گیا ہوا ہے۔ ابھی آتاں ہوگاں۔ تم چپکے سے لیٹ رہوں۔

مُلا: واۓ واۓ۔ چپ کیسے رہ سکتا ہوں۔ مجھے تو فکر لگی ہوئی ہے۔ اگر میرے کان میں کچھ خرابی ہوگئی تو میں سنوں گا کیسے؟

خانم: اونہوں۔ توں دوسراں کان جو ہیں۔

مُلا: میں تو تمہاری باتوں کا کہہ رہا تھا، تمہاری باتوں کا کیا ہوگا؟

خانم: کیوں میری باتیں ایک کان سے نہیں سن سکتیں۔

مُلا: نہیں۔

خانم: کیوں؟

مُلا: اس لیے کہ تمہاری باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتا ہوں۔

خانم: تو نہاں۔ ملاں تم کیسے بُرے ہوں۔ تم میری باتیں دوسرے کان سے اڑاتے رہتے ہوں۔ میں نہیں بولتیں تم سے میں جا رہی ہوں سونے۔

مُلا: واۓ واۓ۔ خدا کے لیے جاؤ مت اب نہیں اڑاؤں گا تمہاری باتیں۔ وہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔ تمہیں نیند کے مارے مذاق بھی سمجھ نہیں آ رہا۔

مُلا: حکیم صاحب آ گئے۔

خانم: ہاں اب دیکھوں کہیں بہت زیادہ پیسے نہ دے دیناں حکیم صاحب کوں۔ ہاں۔ لو وہ آ رہے ہیں۔

حکیم: (کھانستے ہوۓ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مُلا: (مختصراً) وعلیکم۔ واۓ۔

حکیم: کہو مُلا نصر الدین، خیریت تو ہے کراہ رہے ہو؟

مُلا: خیریت۔ واۓ۔ خیریت ہو تو آپ کو بھلا کیوں بلاتے۔ حکیم صاحب۔ واۓ۔

حکیم: اہم۔ اہم۔ خیر خیر تو جلدی سے بتائیے۔ آپ کو کیا تکلیف ہے۔

خانم: مُلا نصر الدین۔ مُلا نصر الدین۔

مُلا: اونہو۔ چپ رہوں۔ میں حکیم صاحب کو تکلیف سمجھا رہا ہوں۔

خانم: میں تو یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ پہلے فیس طے کر لیتے تو اچھا تھا۔

مُلا: بات تو تم ٹھیک کہتی ہوں۔ ہاں تو......

ملا: واۓ۔ ہاۓ۔ حکیم صاحب۔ جلدی سے بتا دیجئے۔ میرے کان میں بہت درد ہے۔ بہت درد ہے۔ ہاۓ ہاۓ۔

حکیم: ہوں۔ بات یہ ہے کہ صحت کی قیمت تو بہت ہوتی ہے لیکن میں تم سے دو دینار لے لوں گا۔

خانم: ہائیں؟

مُلا: واۓ واۓ۔

حکیم: اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے۔ دو دینار کچھ زیادہ تو نہیں ہیں۔

مُلا: آپ تو کمال کرتے ہیں حکیم صاحب، ایک ہی کان میں تو درد ہے۔ ایک دینار لے لیجئے نا۔ واۓ واۓ۔

حکیم: نہیں میں تو دو ہی دینار لوں گا۔

مُلا: ارے حکیم صاحب ایک لے لیجئے نا؟

حکیم: ناں۔ میں دو لوں گا۔

مُلا: ہاں۔ ایک لے لیجئے نا۔

حکیم: نا۔ دو لوں گا۔

مُلا: اوہوں۔ ایک دوں گا۔

Scanned with CamScanner

حکیم: دونوں گا۔

ملا: ایک دوں گا۔

حکیم: نا۔ دونوں گا۔

ملا: نہ ایک دوں گا۔ وائے۔ وائے۔ ہائے۔ ہائے۔ اوہ۔

خانم: چھوڑو ملاں۔ تم دو ہی دے دوں۔ درد سے چلا رہے ہوں۔

ملا: نہیں نہیں (زور سے چلا کر) وائے وائے۔ اچھا دو ہی سہی۔ وائے۔ ہائے۔ ہائے۔ ہائے۔ ہائے۔ آیئے حکیم صاحب دوا ڈالیے میرے کان میں۔ بڑا درد ہو رہا ہے۔

حکیم: دو دینار ہوں گے۔

ملا: ہاں ہاں۔ چلیے تو سہی۔ (بائیں کان کی طرف اشارہ کرکے) کان میں بہت درد ہو رہا ہے۔ اس طرف آجایئے۔ میں لیٹ جاؤں تو میرے کان میں دوا ڈالیے گا۔

(دونوں ایک طرف جاتے ہیں۔ آؤٹ آف کیمرہ)

خانم: ہائیں۔ یہ کیا بات ہے۔ ملا کے تو دائیں کان میں درد تھا۔ حکیم صاحب! بائیں کان میں کیوں دوا ڈال رہے ہیں۔

خانم: کیا معلوم مجھے۔ شاید حکیم صاحب کو بھی کوئی عقلمندی سوجھی ہیں۔ اصل میں تو عقل مندیاں مجھے سوجھتی ہیں اوہوں بڑی نیند آرہی ہیں۔

حکیم: لو بھئی ملا نصرالدین۔ دوا تو میں نے ڈال دی، لاؤ اب دو دینار۔

ملا: ہائیں۔ یہ آپ نے کہاں دوا ڈال دی۔ یہ تو میرا بایاں کان تھا۔ درد تو دائیں کان میں ہے۔ ہائے (زور زور سے) وائے۔ غلط دوا ڈال دی حکیم صاحب نے۔ میں بتاؤں گا سب کو۔ غلط کان میں دوا ڈال دی۔

حکیم: ہائیں۔ کیا کہا۔ اس کان میں درد نہیں تھا۔

ملا: (اٹھلا کر) دائیں کان میں درد ہے۔ دائیں میں ہے۔

حکیم: اچھا۔ اچھا۔ چلو اس میں بھی ڈال دیتا ہوں آؤ ادھر چلو اور لیٹ جاؤ۔

چلو۔ (Both go off camera)

حکیم: (آتے ہوئے) لو بھئی۔ اب تو ٹھیک ہو گیا۔ لاؤ میرے دو دینار۔

ملا: ہاہاہاہاہا۔ ہاہاہاہاہا۔ ہاہاہاہاہاہاہا۔

حکیم: کیا ہوا، ملا نصرالدین؟؟؟

خانم: ارے کیوں ہنسے جا رہے ہو۔ بڑا شور ہوتا ہے۔

ملا: ہاہاہا۔ حکیم صاحب دو دینار تو دے دوں گا لیکن آپ نے دوا تو میرے دونوں کانوں میں ڈال دی۔ ہاہاہاہاہا۔

حکیم: لاحول ولاقوۃ۔ لاحول ولاقوۃ۔ تم دو دینار مجھے دے دو۔ جلدی۔

ملا: (دینار دیتے ہیں) لیجئے لیجئے۔

حکیم: میاں جا رہا ہوں۔ لاحول ولاقوۃ۔ لاحول ولاقوۃ۔ لاحول ولاقوۃ۔

ملا: دیکھا میں کیا عقل مند ہوں۔ دو دینار تو دے دیئے لیکن دوا بھی دونوں کانوں میں ڈلوائی۔ ایک کان کا ایک دینار ہوا نا۔

حکیم: ارے ملاں تم کیوں خوش ہو رہے ہو۔ ایک کان تو تمہارا بھلا چنگا تھا، اس میں دوا ڈلوانے کا فائدہ؟

ملا: تمہاری دوائی تو زیادہ خرچ ہوئی۔

حکیم: تمہیں کیا فائدہ؟

ملا: تمہارا نقصان؟

حکیم: ہا۔

ملا: ہاہا۔

حکیم: ہاہاہا۔

ملا: ہاہاہاہا۔(تالیاں)

مُلا: شی۔شی۔شی۔کسی کو کچھ بتانا نہیں۔شی۔شی۔

اناؤنسر: (پلٹ کر) لو بھئی۔خوب دوا ڈلوائی ملا نصرالدین نے۔بڑے ضدی ہیں
دل میں آ گئی کہ ایک کان کا ایک ہی دینار دوں گا تو اس ضد میں بائیں کان
خواہ مخواہ دوا ڈلوائی۔(ہنستی ہے) اچھا تو ساتھیو! اب ملا نصرالدین کو
کرنے دیتے ہیں۔اگلے ہفتے ان سے پھر ملیں گے۔

خدا حافظ۔

ملا نصرالدین۔8

کردار:	آرٹسٹ	
	آواز	پتلی کار
ملا نصرالدین	اختر عباس	نصیر ملک
قاضی	اعجاز احمد	محمد آصف
حکیم	نعیم طاہر	طاہرہ احمد
اناؤنسر	نسرین سعید	(خود)

اناؤنسر: ملانصر الدین آج کل کچھ عقل مند ہوگئے ہیں یا شاید اپنے آپ کو عقل مند سمجھ بیٹھے ہیں۔

پچھلے دنوں انہوں نے مرغیاں پالنے کا سوچا اور کچھ مرغیاں گھر میں رکھ لیں۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے انڈے کھائیں گے بھی اور بیچیں گے بھی لیکن بیچاری ایک مرغی بیمار پڑ گئی۔ اس کی انہیں بہت فکر ہوئی۔

(عقب میں ملانصر الدین کی دکھی آواز میں گانا)

ملا: پالی تھی میں نے وہ مرغی — کیسی اچھی شکل تھی اس کی

اناؤنسر: (پلٹ کر) ہائیں یہ کیا گا رہے ہیں۔ ملانصر الدین! ذرا ہمیں بھی تو بتائیے۔

ملا:

پالی تھی میں نے وہ مرغی — کیسی اچھی شکل تھی اس کی
کہتا تھا میں اس کو تتلی — روز تھی وہ اک انڈا دیتی

اناؤنسر: اوہو ملانصر الدین کیا ہوا آپ کی مرغی کو جو آپ اتنے اداس ہو رہے ہیں۔

ملا: میری مرغی مرگئی۔

اناؤنسر: اوہو۔ یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ آپ نے علاج نہیں کروایا تھا، اس کا؟

ملا: کروایا تھا، حکیم صاحب سے۔

اناؤنسر: تو پھر۔

ملا: کچھ نہ ہوا۔

اناؤنسر: کچھ نہ ہوا۔

ملا: اونہوں...... (گنگناتے ہوئے) پالی تھی میں نے وہ مرغی......

اناؤنسر: تو سنئے تو ملا جی۔ آپ یہاں قاضی صاحب کی عدالت میں کیوں کھڑے ہیں؟

اُسی علاج کی وجہ سے...... میں نے حکیم صاحب کی فیس نہیں دی۔

اناؤنسر: اوہو۔ کیوں اس کی تو کوئی......

(قاضی صاحب کھنکارتے ہوئے آتے ہیں۔ اپنی کرسی کی طرف جا کر بیٹھنے کو بڑھتے ہیں۔)

ملا: شی۔ شی...... چپ...... قاضی صاحب آ گئے ہیں۔ عدالت میں بولنا نہیں چاہیے۔

قاضی: حکیم صاحب کو بلایا جائے تا کہ وہ اپنا مقدمہ پیش کریں۔ کیوں ملا نصر الدین آپ نے اس معاملے پر کچھ غور کیا؟

ملا: جی ہاں۔ جی ہاں۔ بہت غور کیا۔

(حکیم داخل ہوتا ہے۔)

قاضی: حکیم صاحب آپ کو ملا نصر الدین سے جو شکایت ہے وہ عدالت کو بتائیے۔

(ملا گلا کھنکار کر سننے کو تیار ہو جاتے ہیں۔)

حکیم: (مُلا کو گھور کر) جناب عالی مجھے ملا نصر الدین نے اپنی مرغی کا علاج کرانے کے لیے بلوایا۔

قاضی: کہیے ملا نصر الدین آپ نے بلوایا۔

ملا: جی؟ جی ہاں۔

حکیم: میں نے ان کی مرغی کا علاج شروع کر دیا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہر حکیم علاج کرنے کی فیس لیتا ہے۔ میں اس کا علاج کرتا رہا، لیکن وہ...... وہ...... مر گئی۔ اب میں اپنی فیس کا مانگتا ہوں لیکن ملا نصر الدین فیس نہیں دیتے۔ جناب عالی! آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ انصاف کیا جائے اور مجھ کو میری فیس دلوائی جائے۔

قاضی: آپ کے اور ملا نصر الدین کے درمیان کوئی معاہدہ ہوا تھا؟

حکیم: جی ہاں۔ لیکن اگر معاہدہ نہ بھی ہوتا تو یہ تو سیدھی سی بات ہے کہ حکیموں کو علاج کے پیسے دیئے جاتے ہیں۔

قاضی: ملا نصر الدین آپ نے حکیم صاحب کو علاج کے پیسے دیئے؟

ملا: جی نہیں۔

حکیم: جناب عالی! دیکھ لیجیے۔ ملا خود مانتے ہیں کہ انہوں نے میرے پیسے نہیں دیئے۔ آپ فوراً فیصلہ کر دیجیے کہ یہ میرے پیسے ادا کریں۔ اگر اس کو پیسے دیئے بغیر جانے دیا تو یہ مجھ پر ظلم ہوگا اور ان کو علاج کے پیسے نہ دینے کی عادت پڑ جائے گی۔

ملا: جناب عالی! مجھے کچھ کہنے کی اجازت دی جائے۔

قاضی: اجازت ہے۔

ملا: جناب عالی میں نے کچھ مرغیاں پالی تھیں۔ بہت اچھی اچھی۔ پیاری پیاری۔ میں نے سوچا تھا کہ میں یہ عقل مندی کر رہا ہوں۔ میں، خانم اور زمان ہم مرغیوں کے انڈے کھائیں گے اور بیچیں گے بھی۔ میں بہت سی مرغیاں اکٹھی کر رہا ہوں۔

قاضی: (کھنکار کر) ملا نصر الدین۔ آپ اگر زیادہ لمبی بات نہ کریں تو اچھا ہے۔ ذرا جلدی جلدی بتا دیجیے۔

ملا: بتا رہا ہوں۔ بتا رہا ہوں۔ میں نے مرغیاں پالیں۔ ان میں ایک بہت اچھی اور موٹی مرغی تھی۔ بڑی پیاری پیاری، اس پر میں ے ایک نظم بھی لکھی تھی۔

(گنگناتے ہوئے)

پالی تھی میں نے وہ مرغی — کیسی اچھی شکل تھی اُس کی
کہتا تھا میں اُس کو تتلی — روز تھی وہ اِک انڈا دیتی

قاضی: (کھنکار کر) ملا نصر الدین یہاں گانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بات بیان کیجیے۔

ملا: وہ تو میں اس لیے گا رہا تھا کہ میرا خیال ہے میری آواز بہت اچھی ہے۔ اور میں نظم بھی کہہ سکتا ہوں۔ وہ شاید آپ سننا پسند کریں۔

حکیم: قاضی صاحب، ملا نصر الدین وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ میرے پیسے دلوائیے۔ مجھے اور کام بھی کرنے ہیں۔

ملا: دیکھیے حکیم صاحب، آپ میرے بارے میں ایسی باتیں نہ کہیے ورنہ میں قاضی صاحب کو یہ بھی بتا دوں گا کہ آپ نے مجھے زہر دیا تھا...... ہاں......

Scanned with CamScanner

قاضی: ہائیں!!؟ آپ کو زہر دے دیا تھا۔

حکیم: نہیں وہ زہر نہیں تھا...... وہ شہد تھا۔

ملا: وہ زہر تھا۔

حکیم: شہد تھا۔

ملا: زہر تھا۔

حکیم: شہد تھا۔

قاضی: خاموش...... خاموش...... یہ جھگڑا بند کیجئے۔ حکیم صاحب آپ کو خاموش رہنا چاہیے...... اور ملا نصر الدین اگر آپ حکیم صاحب سے کوئی سوالات پوچھنا چاہتے ہیں تو جلدی پوچھئے ورنہ میں حکم دے دوں گا کہ حکیم صاحب کے پیسے ادا کر دیئے جائیں۔ فرمایئے آپ کو کوئی سوال حکیم صاحب سے پوچھنے ہیں؟

ملا: جی ہاں پوچھنے ہیں۔ حکیم صاحب آپ کو یاد ہوگا کہ میں آپ کے پاس کس وقت گیا تھا۔

حکیم: مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

ملا: میں نے آپ سے کیا کہا تھا؟

حکیم: آپ نے کہا تھا، میری مرغی بیمار ہے جا کر دیکھو۔

ملا: تو پھر آپ نے کیا کہا تھا؟

حکیم: میں نے کہا تھا کہ اگر خرچ برداشت کرنے کو تیار ہو تو میں ابھی جا کر اسے دیکھتا ہوں۔

ملا: پھر میں نے کیا کہا تھا؟

حکیم: میں نے کہا تھا کہ چالیس دینار علاج کے لوں گا اور شاید اس سے بھی زیادہ ہوں۔ اگر بیماری لمبی ہوگئی تو۔

ملا: حکیم صاحب آپ کے جواب میں میں نے یہی کہا تھا نا کہ خواہ آپ اسے مار ڈالیں، خواہ آپ اسے تندرست کریں میں ساری فیس دے دوں گا۔

حکیم: خیر مارنے کی اس میں کیا بات۔ ہی ہی ہی۔ یہ تو بات کرنے کا طریقہ تھا۔ میرا کام تو اس کو تندرست کرنا تھا۔

ملا: بالکل ٹھیک...... کیا آپ نے میری مرغی کو تندرست کیا۔

حکیم: آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ بے چاری مرگئی۔

ملا: تو کیا آپ نے میری مرغی کو مارا۔

حکیم: لاحول ولاقوۃ...... آپ تو مذاق کرتے ہیں۔ وہ تو بے چاری خود ہی مرگئی۔

ملا: قاضی صاحب آپ نے سب کچھ سن لیا ہے۔ ہم نے یہ طے کیا تھا کہ حکیم صاحب میری مرغی کو تندرست کر دیں یا مار ڈالیں مجھے فیس دینی ہوگی لیکن نہ تو ان کے علاج سے وہ تندرست ہوئی نہ ان کے علاج سے وہ مری۔ اس لیے مجھے ان کو کچھ بھی دینے کی ضرورت نہیں۔

حکیم: یہ زیادتی ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔

ملا: یہ زیادتی نہیں ہے بالکل ٹھیک ہے۔

حکیم: زیادتی ہے قاضی صاحب۔ مجھے پیسے دلوایئے۔

ملا: بالکل پیسے نہیں دوں گا۔ آپ نے کچھ بھی نہیں کیا۔ نہیں دوں گا۔ نہیں دوں گا۔ نہیں دوں گا...... (تالیاں)

(فیڈ آؤٹ)

اناؤنسر: وہ واہ واہ۔ ملا نصر الدین تو وکیل ہی بن گئے آج تو...... بات ویسے خاصی پتے کی کی انہوں نے...... آپ کا کیا خیال ہے؟؟ وہ ٹھیک کہتے ہیں یا نہیں......؟ آپ ذرا سوچئے گا اور پھر ہمیں بھی لکھئے گا کہ آپ کے خیال میں کون صحیح ہے۔ اچھا بچو! اب اجازت دیجئے! اگلے ہفتے ملا نصر الدین کے ساتھ پھر ملیں گے...... (خدا حافظ)

اناؤنسر: پچھلی مرتبہ ملانصرالدین قاضی صاحب کے پاس پیش ہوئے تھے۔ قاضی صاحب کوملانصرالدین بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوئے، اس لیے آج قاضی صاحب نے ملانصرالدین کی دعوت کی۔ ابھی ابھی میں جب ان سے ملی تو ملانصرالدین اوران کی بیوی اورتمھا بیٹھے کھانا کھارہے تھے۔ خوب مزے سے اور قاضی صاحب ملانصرالدین کی باتوں پرخوب ہنس رہے تھے اور ڈھینچوں بیچارا باہر کھڑا تھا۔ آیئے ہم بھی دیکھیں کہ ملانصرالدین اور قاضی صاحب میں کیاباتیں ہورہی ہیں۔

(پردہ کے پیچھے سے ایک قہقہہ بلند ہوتا ہے اور پھرتینوں یعنی مُلا، بیوی اورزمان قاضی صاحب کے سامنے بیٹھے ہوئے نظرآتے ہیں۔)

ملا: قاضی صاحب وہ میں نے سوچا بات یہ ہے کہ میں اللہ کے فضل سے خاصا عقلمند آدمی ہوں۔

بیوی: قاضی صاحب اصل میں تو یہ بہت ہی عقلمند ہیں۔

ملا: (آہستہ) چپ کرو۔ بیچ میں نہیں بولنا چاہیے۔ ہاں تو قاضی صاحب میں نے سوچا کہ کچھ کاروبار کرنا چاہیے۔

بیوی: بانت ہیں قاضی صاحب کہ ہمارے گھر کی بہت سیں چیزیں ایک چور لے گیا تھاں۔ (بیوی ناک میں بات کرتی ہے)

قاضی: ہائیں۔ چور۔ آپ لوگ کہاں تھے؟

ملا: وہ اصل میں...... قاضی صاحب ہم بھی گھر میں ہی تھے۔

(رُک رُک کر)

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں

ٹیوں۔ ٹیوں......

مَیں بتاتا ہوں۔

مَیں بتاتا ہوں۔

مُلا: چُپ کرو۔ ٹیوں ٹیوں ٹیوں۔مَیں بات کر رہا ہوں۔

زمان: ابا تو شرط لگا کر چپکے بیٹھے رہے اور چور ساری چیزیں لے گیا۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں...... ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

ملا: چپ کرو۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ وہ اس میں تو کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تھا۔

خانم: آئیں ہائیں! اس بتاتی ہوں آپ کو قاضی صاحب۔ وہ چور بہت سے کپڑیں اٹھاں کر لے گیاں۔ اور ملاں کی قیص بھی تھیں اس میں۔

ملا: اونہوں مجھے بات کرنے دو۔ قاضی صاحب سے۔ اس چوری پر تو تم کو شکر ادا کرنا چاہیے۔

قاضی: (ہنس کر) ہائیں ملا نصر الدین، چوری پر شکر کیسا؟

ملا: بات یہ ہے قاضی صاحب کہ شکر کا تو مقام ہی ہے۔ شکر ہے کہ میں نے اس قیص کو پہن نہیں رکھا تھا۔ اگر میں نے اس کو پہنا ہوتا تو چور مجھے بھی لے جاتے۔ شکر ہے میں تو بچ گیا۔

قاضی: (ہنستا ہے) ہاہاہاہاہا۔ ملا نصر الدین آپ نے جو مرغیاں پالی ہیں وہ کس سلسلے میں ہیں۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ میں بتاتا ہوں۔ میں بتاتا ہوں......

ملا: چپ کرو۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ میں بات کر رہا ہوں۔

زمان: ابا میں بتاؤں گا...... قاضی صاحب امی کہتی ہیں کہ مرغیاں پالنے میں فائدہ ہے۔ وہ ابا سے کہتی رہتی ہیں اس لیے ابا مان گئے۔

قاضی: اچھا تو ملا نصر الدین آپ اپنی بیگم کے ڈر سے یہ کر رہے ہیں۔

ملا: تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے قاضی صاحب بیگم سے تو سب کو ہی ڈرنا پڑتا ہے۔

قاضی: نہیں خیر سب تو نہیں ڈرتے۔

ملا: ڈرتے ہی ہیں قاضی صاحب۔

قاضی: نہیں ملا نصر الدین۔ بہت کم لوگ۔

خانم: میرا اں خیال ہیں قاضی صاحب کہ ہم لوگ بہت عقلمند ہیں۔ اس لیئیں ہماری بات آدمیوں کو سُنّی ہی پڑتی ہے۔

قاضی: لیکن ملا نصر الدین تو کہتے ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں۔

ملا: نہیں میں تو خانم سے نہیں ڈرتا لیکن بہت سے لوگ ڈرتے ہیں۔ میں شرط لگانے کو تیار ہوں۔

قاضی: اچھا تو ہم بھی شرط لگا لیتے ہیں۔

ملا: ہاہاہا...... بہت مزا آئے گا۔ آپ ہم کو لکھ دیجئے کہ جو اپنی بیوی سے ڈرتا ہو وہ ملا نصر الدین کو ایک مرغی دے دے۔

قاضی: ہاہاہاہاہا...... اچھا ملا نصر الدین لایئے ہم لکھ دیتے ہیں۔ ٹھہریئے کاغذ اور قلم لے لوں۔ ابھی آتا ہوں۔ (جاتا ہے)

ملا: خانم...... خانم...... میں بہت بڑی عقل مندی کرنے والا ہوں۔ ابھی قاضی صاحب لکھ کر دے دیں گے۔ پھر میں بہت سی مرغیاں جمع کر لوں گا۔ ہاں ہاں۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں...... پھر میں مرغیوں سے کھیلوں گا۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ابا...... ابا میں گانا گاؤں؟ یہاں باجا بھی رکھا ہے۔

پالی تھی میں نے وہ مرغی کیسی اچھی شکل تھی اس کی
کہتا تھا میں اس کو تتلی ....

ملا: ارے ٹھہرو۔

قاضی: یہ لیجئے ملا نصر الدین یہ خط میں نے لکھ دیا ہے۔ ہاہاہا۔ جو بھی اپنی بیوی سے ڈرتا ہو وہ ملا نصر الدین کو ایک مرغی دے دے۔ ہاہاہاہاہا۔

ملا: واہ۔ واہ۔ واہ...... اب تو موج ہو گئی۔ میں بہت سی مرغیاں پال لوں گا۔ (گا کر)

Scanned with CamScanner

زمان: میں بھی گاؤں گا...... میں بھی گاؤں گا۔

(دھیمے سے) ارے میرے بغیر کیسے گاؤ گے؟؟

ڈھینچوں: میں۔ میں۔ میں۔ میں۔ جی۔ میں جی۔

قاضی: یہ کیا ہے؟؟؟

ملا: قاضی صاحب بات یہ ہے کہ یہ گانا ہم سب مل کر گاتے ہیں۔ اور ڈھینچوں بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔

قاضی: ہاہاہاہا......

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

خانم: ارے آج تو میں ایسا گاؤں کہ ملا حیران ہو جائیں گے۔

ڈھینچوں: (آواز) پھرررر۔

خانم: ڈھینچوں۔ دیکھوں ذراں اچھی طرح سے گاؤں۔ قاضی صاحب سن رہے ہیں۔

ڈھینچوں: اچھا گاؤں گا۔ اچھا۔ اچھا۔ اچھا۔ اچھا۔

آہاہاہاہاہا۔ اب بہت مزا آئے گا۔ آؤ ڈھینچوں کھڑے ہو جاؤ۔ آؤ خانم تم بھی۔ آؤ۔

زمان تم بھی۔ آہاہاہاہا۔ سنیے قاضی صاحب آہاہاہاہاہا...... آہاہاہاہاہاہ...... سنیے۔

پالی تھی میں نے وہ مرغی کیسی اچھی شکل تھی اس کی

(قاضی خوب سر دھنتے ہیں۔ Fade out)

اناؤنسر: (ہنستے ہوئے) یہ عجیب گانا تھا۔ ملا نصر الدین نے خوب بنایا یہ گانا۔ آپ گا سکتے ہیں اسے؟؟ ہیں۔ اگر آپ گا سکتے ہیں تو مجھے لکھئے گا۔ اچھا چلئے۔ اب سکول کا کام کریں۔ اگلے ہفتے پھر ملا نصر الدین سے ملیں گے۔

ملا نصر الدین 10

کردار:

اناؤنسر

زمان

خانم

ڈھینچوں

ملا نصر الدین

منظر: ایک کھلا میدان جس میں کوئی درخت یا پودا نہیں۔

اناؤنسر: جب سے ملا نصر الدین کو قاضی صاحب نے یہ اجازت دی ہے کہ جو آدمی اپنی بیوی سے ڈرتا ہو وہ اس سے ایک مرغی لے لیں۔ ملا نصر الدین تو ہر وقت کام میں ہی لگے رہتے ہیں۔ کہیں نظر ہی نہیں آتے۔ گھر میں انہوں نے بہت مرغیاں بھر لی ہیں اور ان کے انڈے بیچ بیچ کر پیسے اکٹھے کرتے رہتے ہیں۔ آج ملا نصر الدین کی بیوی، ملا، زمان اور ڈھینچوں جمع کیے ہوئے پیسے کہیں سنبھال کر رکھ دینا چاہتے ہیں تا کہ وہ جمع رہیں اور کسی وقت کام آئیں۔ تینوں بڑی دیر سے اس تلاش میں ہیں کہ کوئی اچھی سی جگہ مل جائے جہاں جمع کیے ہوئے دینار رکھ دیے جائیں۔ آیئے ہم بھی تو دیکھیں کہ یہ دیناروں کو کہاں سنبھالتے ہیں۔ ڈھینچوں کی آواز)

(سب ایک کھلے میدان میں کھڑے ہیں۔ دور ایک بادل کا ٹکڑا۔)

ڈھینچوں: آہاں۔ آہاں۔ آہاں۔ آہاں...... پھرررر۔

خانم: اونہوں کہاں ہیں ڈھینچوں کیوں اتنی زور سے بولتے ہو۔ ہم سوچ رہے ہیں اور تم بولتیں ہیں جانتے ہوں۔

زمان: تم تھوڑی دیر چپ رہو ڈھینچوں۔

ڈھینچوں: اچھا، اچھا، اچھا، اچھا، اچھا۔

خانم: اب چپ بھی توں کروں۔

(ڈھینچوں چپ ہو جاتا ہے)

زمان: کیوں ٹیوں ٹیوں۔ امی یہ پچاس دینار کی تھیلی تو بہت سنبھال کر رکھنی چاہیے۔ ایسی کہ سوائے ہمارے کسی اور کو پتہ ہی نہ چلے۔

خانم: ہاں ہاں توں مجھے کیا بتاں رہیں ہوں۔ میں نے ہی تو کہاں تھاں کہ یہ دینار سنبھال دوں۔

Scanned with CamScanner

زمان: (ایک جگہ اشارہ کر کے) تو پھر یہاں زمین کھود کر اس میں ڈال دو۔

ڈھینچوں: گم، ہو جائے گی۔ گم، گم، گم، گم۔

خانم: ڈھینچوں تم تو گدھے ہوں۔ اس لیے تمہاری سمجھ میں ہماری عقلمندیاں نہیں آسکتیں۔ یہ لوں میں بہت ہی بڑی عقلمندی کرنے والیں ہوں۔

ملا نے جو اتنی بڑی بڑی عقلمندیاں کیں اور یہ پیسے جمع کیے ہیں تو اب مجھ کو بھی تو کچھ کرنا ہی پڑے گا۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ اسی لیے تو امی آج جاگ رہی ہیں ورنہ تو اس وقت سو رہی ہوتیں۔

خانم: (جمائی لے کر) ارے زمان سونا یاد نہ دلاؤں۔ نیند آنے لگتی ہیں۔ اتنا ضروری کام تھا اس لیے مجھ کو آنا پڑاں۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

خانم: اونہوں منے یہ ٹیوں، ٹیوں، ٹیوں نہ کیا کرو۔ نیند بالکل ہی اڑ جاتی ہے۔

زمان: میں تو یہ کہہ رہا تھا امی کہ گھر میں تو چور بھی آجاتے ہیں نہ، اس لیے ہم اس کو یہاں چھپا رہے ہیں۔ سمجھے۔ ڈھینچوں۔ (چلنے لگتا ہے۔)

ڈھینچوں: نہیں، نہیں، نہیں، نہیں۔

زمان: (رک کر) کیا ہو گیا ہے۔ ڈھینچوں تم کو۔

خانم: بہت ضدی ہے۔ ملا نصر الدین کو اگر تم نے طرح تنگ کیا تو وہ تم کو بیچ دیں گے۔

ڈھینچوں: نہیں بیچیں گے۔ نہیں، نہیں۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ چپ کرو، ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔ مجھے ضروری بات کہنی ہے۔ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔

ڈھینچوں: ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

ڈھینچوں: ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔ ڈھینچوں۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

خانم: (اکتا کر) افوں۔ بابا بند کرو۔ یہ بحث توبہ توبہ۔ تم دونوں نے مل کر تو میرے سارے خواب بھی بھگا دیے۔ اب پانچ چھ منٹ میں مجھے نیند آئیں گیں۔ زمان بتانے دو ڈھینچوں کو کیا انسان ہوتا ہے۔

ڈھینچوں: (خوشی سے) پھرررر۔ پھرررر۔ تھیلی...... کوئی...... نشانی رکھو...... نشانی...... نانی...... نشانی۔

خانم: نشانی؟؟

زمان: میں سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ امی ڈھینچوں یہ کہہ رہا ہے کہ جہاں تھیلی چھپاؤ اس جگہ کی کوئی نشانی ہونی چاہیے۔ نہیں تو گم ہو جائے گی۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ تم بہت عقلمند ہو ڈھینچوں۔

خانم: اچھاں خیر یہ بات تو تم ٹھیک کہتے ہوں۔

زمان: میں جاتا ہوں۔ دیکھتا ہوں اگر کوئی نشانی آس پاس مل جائے تو۔

ڈھینچوں: میں بھی جاؤں گا۔ میں بھی...... میں بھی...... میں بھی۔

زمان: نہیں تم یہیں ٹھہرو۔ ڈھینچوں...... امی اکیلی رہ جائیں گی۔ میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

(F.O.)

خانم: اُف تو یہ آج تو بہت ہی کام کرنا پڑاں۔ آں ہاں۔ بڑی اچھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواں چل رہی ہیں۔

(گاتی ہے۔)

ٹھنڈی ہوا چلی

مجھ کو نیند آ گئی

Scanned with CamScanner

اوں ہوں ہوں ہوں ہوں۔

زمان: (واپس آتے ہوئے) ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ امی کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں کوئی نشانی ہو۔سب میدان ہی میدان ہے۔

خانم: اوں ہوں۔یہ بھی آخر مجھ ہی کو بتانا پڑے گاں۔(ادھر اُدھر دیکھتی ہے۔پھر اوپر آسمان کو دیکھتی ہے) لوں۔اتنی سی تو بات تھیں۔ووں دیکھو اوپر آسمان پر بادل کا ٹکڑا اس ہے ناں۔تم کو نظر نہیں آیاں۔یہ منے۔خواں مخواں مجھ کو تنگ کیاں۔ابھی میں نے گانا شروع ہی کیاں تھاں کہ تم آگئے۔جاؤ اس بادل کے سائے میں تھیلی زمین میں چھپاں دوں۔جب ڈھونڈنی ہوں گی توں بادل کے سائے میں ڈھونڈ لیں گے۔

زمان: (ذرا سوچ کر) اچھا۔ہاں۔بادل کا سایہ تو وہاں پڑ رہا ہے۔

خانم: اچھا جاؤ اب زیادہ سوچوں نہیں جلدی سے کام ختم کروں۔

زمان: جاتا ہوں۔جاتا ہوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔

(F.O.)

خانم: ڈھینچوں تم ذرا چپکے بیٹھناں۔میں تھوڑا آرام کرلوں۔ملا نصر الدین بھی ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔(جمائی لے کر) اوں ہوا بڑی اچھی چل رہی ہے۔(گاتی ہے۔)

ٹھنڈی ہوا چلی
مجھ کو نیند آگئی
اوہوں ہوں ہوں ہوں۔
(اونگھ آجاتی ہے)

ملا: (دور سے آواز آتی ہے)

پیاری پیاری مرغیاں
مرغیاں ہی مرغیاں

ڈھینچوں: (خوشی سے) ڈھینچوں۔ڈھینچوں۔ڈھینچوں۔

خانم: (جاگ کر) توبہ ہے ڈھینچوں۔تم سے چپ نہیں بیٹھا جاتا۔

ڈھینچوں: ملا۔آگئے۔آگئے۔آگئے۔آگئے۔(خوشی سے) پھرررر۔

خانم: اچھا......!!!

ملا: (آتے ہوئے) ذرا تیز تیز گا رہے ہیں۔)

پیاری پیاری مرغیاں مرغیاں ہی مرغیاں
اچھی اچھی بیویاں بیویاں ہی بیویاں
جن سے ڈرتے ہیں میاں میاؤں میاؤں میاؤں
اچھی اچھی بیویاں پیاری پیاری مرغیاں

خانم: تم آگئے ملا۔کہو کیا کیاں آج۔

ملا: ارے خانم۔گھر میں کئی مرغیاں چھوڑ آیا ہوں۔ہاں ہاں۔دیکھا تم یہ بتاؤ کہ تم نے دیناروں کی تھیلی سنبھالی۔

خانم: ہاں۔وہ منا اس کو کھود کر رکھ رہا ہے۔وہ دیکھو وہ چلا آرہا ہے۔

زمان: (دور سے آواز) ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔

خانم: وہ تو میری عقلمندی سے اس کو چھپانے کی جگہ مل گئی ورنہ تو اس کو جگہ ہی نہ ملتی۔اب وہ دبا کر آرہا ہے۔

ملا: اچھا۔کیوں زمان تم تھیلی کو اچھی طرح سے دبا آئے۔

زمان: ہاں ابا بہت اچھی طرح سے دبا دیا میں نے خود کھود کر۔میں تو بڑے آدمیوں کی طرح زمین کو کھود لیتا ہوں۔

خانم: ٹھنڈی ہوا چلی۔
مجھ کو نیند آ گئی۔

ملا: اونہوں۔خانم تھوڑی دیر کے لیے ذرا جاگ لو۔بتاؤ کہاں دبایا ہے۔میں بھی دیکھ لوں وہ جگہ۔

خانم: منے کوں توں کوئی جگاں ہی نہیں مل رہی تھی تو میں ے بتایاں ذراں سنوں غور سیں۔ میری عقلمندی۔ میں نے کہاں میں نے کہا کہ اوپر دیکھوں آسمان پر، ایک باندل کا سایہ زمین پر پڑتا ہے۔ وہاں جہاں اس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے وہاں چھپا دو۔ جب ڈھونڈنی ہوگی تو سائے میں ڈھونڈ لیں گے۔

ملا: ارے کدھر دبائی ہے دبائی ہے وہ تھیلی بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔

زمان: (ایک طرف اشارہ کرکے) آ۔ آ۔ ادھر۔ ہیں۔ سایہ تو اب ادھر نہیں ہے۔ نہیں۔ نہیں...... ادھر...... وہ سایہ تو ادھر ہے۔ لیکن میں گیا تو اس طرف تھا۔

ملا: یہاں تو نہیں معلوم ہوتی۔

زمان: نہیں سایہ ادھر ہے۔

ملا: اوہ ادھر بھی نہیں ہے۔

زمان: اوہ ایہ تو ہوا کے ساتھ بھاگا جا رہا ہے۔

ملا: ارے یہ کیا کیا تم نے خانم۔ اور سایہ اب ادھر ہے۔ ارے۔ ہوا تو نہیں چل رہی تھی اس وقت۔

خانم: ہاں۔ ہاں۔ ہوا تو چل رہیں تھیں میں نے گانا بھی بنایا تھا۔

ٹھنڈی ہوا چلی

مجھ کو نیند آ گئی

ملا: ارے بس کرو خانم۔ گانا۔ اور ڈھونڈو تھیلی۔ تھیلی ڈھونڈو۔ بڑا نقصان ہو جائے گا۔ ادھر ڈھونڈو۔ ارے خانم تمہاری عقلمندی نے بڑا نقصان کروا دیا۔

زمان: چلئے امی۔ چلئے چلئے۔ سب ڈھونڈیں۔

خانم: آئیں بائیں۔ کمبخت نیند میں خیال ہی نہیں رہا کہ بادل ہل بھی جاتے ہیں۔ چلو...... چلو......

(بوکھلا کر) ارے بابا جلدی کرو...... سب جلدی کرو...... ڈھونڈو......

ڈھونڈو...... سب جگہ ڈھونڈو......

(شور۔ چلو چلو۔ جلدی کرو)

ڈھینچوں: میں بھی۔ میں بھی۔ میں بھی۔

زمان: اچھا اچھا چلو تم بھی چلو۔

ڈھینچوں: چلو۔ چلو۔ چلو۔ چلو۔ چلو۔

(F.O.)

اناؤنسر: لیجئے سب بھاگے اب تھیلی کو تلاش کرنے۔ خدا کرے مل جائے ملا کے دیناروں کی تھیلی۔ بچو! آپ کو پتہ ہے نا کہ ہوا سے بادل چلتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان کا سایہ بھی ایک جگہ نہیں رہتا۔ آپ نے تو کبھی اپنی چیزیں ایسے نہیں رکھی نا؟؟ رکھی ہیں؟؟ آپ ہمیں خط لکھ کر بتا دیجئے کہ چیزیں کس طرح سنبھال کر رکھنی چاہئیں۔ آپ کو خط لکھنا آتا ہے نا، اگر نہیں آتا تو آپ اپنی امی سے یا ابا سے کہیں وہ ضرور لکھ دیں گے۔ پھر ہم ملا نصر الدین کو بتائیں گے کہ بچے اپنی چیزیں ایسے سنبھال کر رکھتے ہیں پھر ملا نصر الدین بھی اپنے دینار آپ کی طرح سنبھال کر رکھ لیں گے۔ ٹھیک ہے؟ ملا نصر الدین کو خط ضرور لکھئے گا۔ اچھا اگلے ہفتے پھر ملیں گے۔ چلئے اب سکول کا کام کر لیں۔

خدا حافظ

ملا نصرالدین 11

کردار	آرٹسٹ	
اناؤنسر	نسرین سعید	(خود)
خانم	یاسمین طاہر	طاہرہ احمد
منا	محمد صادق	یاسمین طاہر
ملا نصرالدین	اختر عباس	نصیر ملک
حکیم	نعیم طاہر	طاہرہ احمد

Scanned with CamScanner

ابوالحسن: اور ابھی ایک بات اور کہہ دوں کہ آج کی بات ملا نصیر الدین سے کیسے ہو گئی آپ کو؟ معلوم ہے کہ آج کل ملا نصیر الدین بہت مصروف رہتے ہیں۔ مجھ سے کئی بار کہہ چکے ہیں وقت نکال کر آئیں گے۔ تمام وقت مریضوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور ان کو دوا دیتے ہیں۔ یہ بہت اچھا کام ہے۔ کبھی اگر ملا نصیر الدین آئیں تو مصروف رہتے ہیں تو یہ نہیں کہ آئیں گے نہیں۔ ابھی ابھی جو میں نے ان کے گھر میں دیکھا تو بس خانم پڑی سو رہی تھیں اور پانی سے کچھ ... ملا نصیر الدین کہیں باہر تھے آپ کبھی آج کیا ہوا ... ہوں۔

(Curtain opens see Khanum)

خانم: وائیں۔ وائیں۔ آئیں۔ آئیں۔

(بڑی ہی ہائی خانم بستر پر اٹھ کر بیٹھتی ہے۔ وائیں وائیں۔)

ابوالحسن: خانم کیا معاملہ ہے؟ آپ تو بہت کراہ رہی ہیں۔ طبیعت ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئی؟

خانم: ائیں آئیں۔ وائیں۔ آئیں۔ آئیں۔ آئیں۔ آئیں۔

ابوالحسن: (ہنس کر) خانم تو آئیں وائیں زیادہ کر رہی ہیں اور بات کم۔

خانم: آئیں۔ وائیں۔

ابوالحسن: آپ بیماری سے حکیم صاحب کو ... ملا نصیر الدین آ گئے۔ اوہو۔ لیکن ان کی تو لڑائی ہو گئی تھی حکیم صاحب سے!

خانم: آئیں۔ وائیں۔ ہاں۔ ہاں۔ (ہائے کرتے ہوئے)

ملا: اوہو ہو...... خانم کیا ہوا؟ تم کراہ کیوں رہی ہو۔ خانم۔ لاحول ولا قوۃ۔

خانم: (آہ کرتے ہوئے) ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔

ملا: شی۔ شی۔ (سرگوشی کے انداز میں) بند کرو یہ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ارے کی طبیعت ابھی نہیں...... خانم تم ذرا جاگنے کی کوشش کرو۔ تم ابھی بھی نیند میں ہو......

خانم: آئیں۔ وائیں۔ آئیں۔ وائیں۔

زمان: میں سمجھ گیا۔ ابا...... یہ اور بات ہے۔

ملا: وہ کیا؟ تم کیسے سمجھ گئے زمان۔

زمان: وہ اس لیے کہ جب امی کی طبیعت اچھی نہیں ہوئی تو وہ آئیں۔ وائیں کرتی ہیں۔

ملا: قیامت خیز۔ طبیعت بہت گڑ بڑ ہے۔

خانم: ارے ملاں کچھ دواں ہی دلواں دوں۔ میرے سر میں درد کم ہو جائیں گا تو میں سوؤں گی کیسے؟

ملا: اوہ۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ وہ حکیم صاحب سے تو میرا جھگڑا ہو گیا تھا ان کو بلاؤں گا کیسے؟ میرا خیال ہے تم تھوڑی دیر سو رہو، جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔

خانم: آئیں۔ بائیں۔ نیند ہی تو نہیں آتی ہیں۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

ملا: شی۔ شی۔

زمان: (سرگوشی میں) میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ جانا چاہیں تو میں حکیم صاحب کو بلا لاتا ہوں۔ بہت اچھی اچھی باتیں کروں گا ان سے۔

ملا: اچھا تو تم جاؤ انہیں بلا لاؤ۔

خانم: اچھا ذرا جوتا پہن آؤں۔

ملا: خانم میں تو باہر چلتا ہوں۔ ذرا کچھ اور مرغیاں اکٹھی کروں گا۔ حکیم صاحب اگر پوچھیں تو کہہ دینا میں کام سے باہر گیا ہوں۔

خانم: اچھاں۔ کہہ دوں گی۔ اگر تم مجھ کو باورچی خانے میں سے تھوڑا سا مربہ لا دوں۔ تو شاید اس سے بھی میں کچھ بہتر ہو جاؤں۔

(چونک کر) مربہ!! آئیں...... مربہ! مزے کا مربہ!

ہاں...... ہاں......!!

شی۔ شی۔ شی۔ منا آ رہا ہے۔ مربے کا نام سن لے گا۔

زمان: اچھا با خدا حافظ۔ میں تو جا رہا ہوں حکیم صاحب کے پاس۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

(جاتا ہے)

ملا: خانم تم ابھی نیند میں ہو۔ ذرا جاگنے کی کوشش کرو۔ (جھنجھوڑتا ہے) پھر ٹھیک ہو جاؤ گی۔

خانم: آہاں۔ اب تو ذرا طبیعت اچھی معوم ہو رہیں ہے۔ آ، ہاں۔ ہاں۔ ہے یہاں تو۔ ارے ملاں۔ ملاں۔ ملاں۔ سنوں ملاں۔

ملا: ارے ہاں کیا ہے خانم۔ پاس کھڑا ہوں، کیوں شور مچا رہی ہو۔

خانم: ارے وہ بات یہ ہے کہ جلدی سے منے کو روکنا میں تو خواب میں ڈر گئی تھی اب حکیم صاحب کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ وہ یونہی پیسے مانگیں گے۔

ملا: (دروازے کی طرف جا کر آواز دیتے ہیں) منے...... او منے...... منے؟

زمان: (دور سے) میں جا رہا ہوں۔

خانم: اس کو بتاؤ کہ میری طبیعت اب ٹھیک ہے۔ بلانے کی ضرورت نہیں، واپس آ جائے۔

منا: (دور سے) اچھا۔

ملا: ارے ذرا ٹھہرو تو سہی ابھی بات بھی ختم نہیں ہوئی۔

خانم: کہاں کہاں ملاں بس۔

ملا: ابھی بات بھی پوری نہیں ہوئی تھی اور وہ بھاگ بھی گیا۔

(دروازے پر زور سے دستک سنائی دیتی ہے)

خانم: لو دستک ہو رہی ہے۔ حکیم صاحب شاید آ گئے۔

(باہر دستک کی آواز آتی ہے)

ملا: اوہوں۔ حکیم صاحب اتنی زور سے دروازہ کیوں کھٹکھٹاتے ہیں؟

Scanned with CamScanner

زمان: آجائیے حکیم صاحب آجائیے۔ (اندر آکر) دیکھئے ابا میں نے کیسی عقلمندی کی۔

حکیم: (کھانستے ہوئے (مجھے ذرا جلدی سے فارغ کر دیا جائے۔ (ملا کر دیکھ کر) اہم۔

اہم۔اہم۔

ملا: اہم۔اہم۔

زمان: ابا اور حکیم صاحب آپ لوگ سلام کیوں نہیں کرتے۔ایک دوسرے کو۔

ملا: حکیم......السلام

زمان: ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔

حکیم: لاحول ولاقوۃ۔لاحول ولاقوۃ۔یہ زمان کیوں بلا لایا ہے مجھے یہاں۔

زمان: (داخل ہوتے ہوئے) ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔

حکیم: چپ چپ۔یہ ٹیوں۔ٹیوں۔میرے جانے کے بعد کرنا۔اب کیا تو ٹیکہ لگا دوں گا۔

زمان: اوہ میں تو آپ کی خاطر آپ کو لاتا ہوں ورنہ تو مجھے منع کر دیا تھا۔

حکیم: اوہو۔میری خاطر سے وہ کیا۔

زمان: ٹیوں۔ٹیوں۔

حکیم: آہاں۔بات پوری کرو۔ٹیوں۔ٹیوں مت کرو۔

زمان: بات یہ ہے۔ابا نے کہا حکیم صاحب کو بلاؤ۔ابھی میں باہر نکلا ہی تھا کہ امی کی طبیعت ٹھیک ہوگئی۔بس ابا نے مجھے زور سے آواز دی۔زمان۔اب حکیم صاحب کو بلانے کی ضرورت نہیں لیکن حکیم صاحب میں بہت عقلمند ہوں۔ہاں۔میں نے سوچا کہ میں جلدی سے آپ کو بلا کر بتا دوں کہ طبیعت ٹھیک ہوگئی ہے۔اب آپ کی ضرورت نہیں یہاں۔دیکھا میں کیسا عقلمند ہوں۔کیوں۔کیوں۔کیوں؟

حکیم: کیا؟! تم مجھے یہاں تک صرف یہ بتانے لائے ہو کہ تمہاری امی کی طبیعت اب ٹھیک ہوگئی ہے ہاں۔

زمان: (زور سے) جی ہاں۔جی ہاں۔جی ہاں۔ٹیوں۔ٹیوں۔

حکیم: لیکن مجھے بلانے کی کیا ضرورت ہے؟؟ ہائیں۔

زمان: اس لیے کہ آپ کو خواہ مخواہ ہمارے گھر آنے کی تکلیف نہ ہو۔

حکیم: (غصے سے) لیکن ارے بے وقوف۔تم مجھے یہاں بلا کیوں لائے۔تکلیف جو ہونی تھی وہ تو ہوئی تھی۔آگئے۔ہائیں۔ہائیں؟؟

زمان: میں!! اوہ ہاں یہ تو بھول گیا۔جب آپ کو بلایا ہی نہیں تھا تو منع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

حکیم: لاحول ولاقوۃ۔جیسا باپ ویسا بیٹا۔

ملا: حکیم صاحب آپ کو ایسا تو نہیں بتایا ہے؟

حکیم: ولاحولہ ولاقوۃ خواہ مخواہ مجھے بلایا، اب میں جاتا ہوں۔

خانم: مجھے بہت افسوس ہے۔حکیم صاحب!

حکیم: خیر خیر اب خدا حافظ۔

ملا: آپ سے زیادتی ہوگئی حکیم صاحب۔

زمان: ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔

حکیم: ہٹ جاؤ۔ٹیوں۔ٹیوں۔میں جا رہا ہوں۔لے جاؤ ہو ہو ہو۔

(F.O)

اناؤنسر: واہ واہ آج تو منے میاں اپنی عقلمندی دکھانے والے تھے۔خواہ مخواہ جا کر حکیم صاحب کو بلا لائے بغیر سوچے سمجھے کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔بیچارے حکیم صاحب کو کتنا غصہ آیا ہوگا۔بچو! آپ بھی سوچ سمجھ کر کام کیا کیجئے۔اچھا؟!!!! اچھا اب خدا حافظ۔اگلے ہفتے پھر ملا نصر الدین سے ملیں گے۔(ہاتھ سے Wave کرتے ہوئے) خدا حافظ۔خدا حافظ۔

ملانصرالدین12

کردار	آرٹسٹ	
اناؤنسر	نسرین سعید	(خود)
قاضی	اعجاز احمد	طاہرہ احمد
ملانصرالدین	اختر عباس	نصیر ملک
حکیم	نعیم طاہر	آصف

اناؤنسر: بھئی ہفتہ آیا اور ساتھ ہی ملا نصر الدین بھی۔ ملا جی تو آج قاضی صاحب کے گھر گئے ہوئے ہیں۔ خیریت ہو سہی۔ کہیں پھر حکیم صاحب سے کوئی اور جھگڑا تو نہیں ہو گیا۔ آیئے۔ ہم ایک طرف ہو کر دیکھیں۔ قاضی صاحب کا گھر ہے ہم کو دخل نہیں دینا چاہیے۔

ملا: آئے ہائے آپ بھی لے دیں۔ ارے ٹھہریئے تو سہی...... ارے بابا آپ کہاں جا رہی ہیں۔ تو میں تو یہاں اکیلا بیٹھا بیٹھا اداس ہو رہا ہوں۔

اناؤنسر: (ہنس پڑتی ہے) لیجئے آ جاتے ہیں۔ ملا نصر الدین کہیے کوئی خاص بات ہے کیا؟

ملا: بات یہ ہے...... کہ میں کئی روز سے قاضی صاحب سے ملنا چاہتا تھا۔ قاضی صاحب بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔ سب شہر کے لوگ قاضی صاحب کو پسند کرتے ہیں۔ سب کے جھگڑے بھی قاضی صاحب ختم کروا دیتے ہیں۔

اناؤنسر: تو کیا آپ کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے ملا جی؟

ملا: نہیں جھگڑا تو نہیں ہوا ہے۔ صرف ملنا چاہتا ہوں اور شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھ کو ایک فرمان لکھ کر دیا تھا کہ جو اپنی بیوی سے ڈرتا ہو وہ اپنی مرغی ملا نصر الدین کو دے دے۔ (ہنس کر) وہ تو لگتا ہے سبھی ڈرتے ہیں۔ میرے پاس بہت سی مرغیاں جمع ہو گئی ہیں۔ پیسے بھی کافی اکٹھے ہو گئے ہیں، اس لیے ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

اناؤنسر: تو پھر کیا بات ہے قاضی صاحب کہاں ہیں؟

ملا: قاضی صاحب تو عدالت میں بیٹھے ہیں۔ بہت دیر سے میں یہاں ان کے انتظار میں سوکھ رہا ہوں۔ اگر آپ کہیں تو میں تھوڑا سا گانا آپ کو سناؤں۔ مرغی والا گانا ہا ئیں؟؟

پالی تھی میں نے اک مرغی
روز تھی وہ اک انڈا دیتی

(جو گیت وہ قاضی صاحب کے ہاں پہلے گا چکے ہیں وہ شروع کرتے ہیں۔ دور سے قاضی صاحب کے ہتھوڑا میز پر مارنے کی آواز آتی ہے اور پھر وہ کہتے ہیں۔)

قاضی: (Off) عدالت برخواست کی جاتی ہے۔

اناؤنسر: شی۔ شی۔ شی۔ ملانصرالدین قاضی صاحب آ رہے ہیں۔ (چپ کراتے ہوئے) اے۔ ملا جی آپ بہت اچھا گاتے ہیں لیکن ذرا خاموش ہو جائیے۔ قاضی صاحب آ رہے ہیں۔ شی۔ شی۔

ملا: قیامت خیز!! آ گئے قاضی صاحب۔

(ملانصرالدین گلا کنگھار کر اپنے کپڑے وغیرہ ٹھیک کر کے تیار ہو جاتے ہیں)۔

قاضی: (اگر ممکن ہو سکے تو قاضی صاحب بہت شان سے چھڑی ہلاتے ہوئے اور کچھ گنگناتے ہوئے داخل ہوں۔ جیسے ہی وہ داخل ہوتے ہیں اناؤنسر چپکے سے کھسک جاتی ہے) نہہ ہوں۔ نہہ ہوں۔ ہوں۔ ہوؤں۔ آہا۔ ملانصرالدین تشریف رکھتے ہیں۔ السلام علیکم آیئے۔ آیئے۔

ملا: وعلیکم السلام قاضی صاحب۔

(دونوں بڑے زور سے گلے ملتے ہیں۔ ملا کے تھیلے میں سے مرغی کے بولنے کی آواز آتی ہے۔)

قاضی: آئیں۔ یہ کیا تھا ملانصرالدین۔

ملا: (ذرا ......) اوہ معافی چاہتا ہوں۔ میرے تھیلے میں شاید ایک مرغی رہ گئی، ابھی ابھی آئی ہے۔

قاضی: ہاہا......؟ تو ملانصرالدین آپ اب تک مرغیاں اکٹھی کر رہے ہیں؟؟ اور صرف ایک مرغی ملی ہے۔ میں نہ کہتا تھا کہ آدمی اپنی بیویوں سے نہیں ڈرتے۔ بس ایک ہی مرغی ہاہاہا۔

ملا: نہیں قاضی صاحب۔ ایسا تو نہیں ہے۔ بہت لوگ ڈرتے ہیں۔

قاضی: میں نہیں مان سکتا ملا۔

ملا: مان جائیں گے بلکہ شاید آپ بھی ڈرتے ہوں۔ میں آپ کو سارے قصے سناؤں گا۔ پھر آپ کو معلوم ہوگا۔

قاضی: واہ ملانصرالدین یہ آپ نے خوب کہا میں تو کسی نے نہیں ڈرتا۔

ملا: ہاں لیکن اگر آپ اپنی بیوی سے بھی نہ ڈرتے ہوتے تو یہ تو بہت ہی عجیب بات ہوگی۔ خیر دیکھا جائے گا دیکھا جائے گا۔ میں تو آپ کو قصہ سنانا چاہتا تھا کہ میں نے کس طرح سے بہت سی مرغیاں اکٹھی کر لیں۔

(دروازہ پر دستک)

قاضی: اوہ شاید کوئی آ گیا ہے۔ کون ہے بھائی۔

حکیم: قاضی صاحب میں ہوں۔ حکیم الحکماء۔

ملا: (آہستہ سے) ہائیں لاحول ولاقوۃ۔ یہ کہیں بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔

قاضی: ہاہاہاہا اب تو بڑے مزہ آئے گا۔ آپ کے دوست ملنے کے لیے آئے ہیں۔ آ جائیے حکیم صاحب۔

ملا: اہم۔ اہم۔

(ذرا سا منہ موڑ کر ایک طرف کو کھڑا ہو جاتے ہیں)

حکیم: السلام علیکم قاضی صاحب (ملا کو دیکھ کر) اوہ۔ اہم۔ اہم۔

قاضی: کیا بات ہے حکیم صاحب آپ رُک کیوں گئے۔ یہ تو ملانصرالدین ہیں۔

حکیم: جی ہوں گے۔

ملا: ہوں گا نہیں ہوں۔ آداب عرض ہے۔

قاضی: دیکھئے حکیم صاحب آپ تو ملانصرالدین سے کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ یہ تو اچھی بات نہیں۔ مسلمانوں کو آپس میں ناراض نہیں رہنا چاہیے۔

حکیم: قاضی صاحب ملانصرالدین بہت عجیب آدمی ہیں۔ ہمیشہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

اور میرا مذاق اڑاتے ہیں۔

ملا: نہیں قاضی صاحب ایسا تو نہیں ہے۔ حکیم صاحب تو بہت اچھے آدمی ہیں، اس لیے میرا جی چاہتا ہے کہ یہ بھی ہنسا کریں اور بولا کریں، لیکن یہ کبھی ہنستے ہی نہیں، اس لیے ہمارا جھگڑا ہو جاتا ہے۔

قاضی: اچھا اب آپ دونوں صلح کر لیجئے۔ چلئے دونوں گلے مل جائیے۔ لڑنا اچھی بات نہیں ہے۔

(دونوں گلے ملتے ہیں پھر سے تھیلے میں سے مرغی بولتی ہے۔)

حکیم: (ڈر کر) آئے ہائے۔ یہ کیا تھا۔ (چلا کر) دیکھا قاضی یہ ملا نصر الدین نے آتے ہی مجھ سے شرارت کی ہے۔ دیکھا آپ نے پہلے بھی شرارت کی تھی۔ خواہ مخواہ گھر بلایا تھا۔ قاضی صاحب یہ ملا بہت شریر ہیں۔

قاضی: (ہنس کر) نہیں حکیم صاحب۔ یہ مرغی تو پہلے ہی ان کے تھیلے میں تھی۔ یہ انہوں نے آپ سے شرارت کرنے کے لیے تھوڑا ہی رکھی تھی۔ یہ تو انہوں نے شرط لگا کر جیتی ہے۔ آپ غصے میں نہ رہا کیجئے۔ آیئے ملا نصر الدین کی باتیں سنیں۔ آپ کو بھی یقیناً اچھی لگیں گی۔ ہاں تو ملا نصر الدین آپ نے کتنی مرغیاں اکٹھی کر لیں!!

ملا: بہت سی مرغیاں اکٹھی کر لی ہیں۔ قاضی صاحب اور اگر میں بڈھا نہ ہوتا تو میں آس پاس ہر شہر میں مرغیاں جیت لیتا۔ سب یہاں اپنی بیویوں سے ڈرتے ہیں اور ابھی تو قاضی صاحب میں آس پاس کے شہروں میں بہت کم گیا ہوں۔ پھر بھی میرے پاس اتنی مرغیاں اور انڈے اکٹھے ہو گئے ہیں کہ میں تو امیر آدمی بن گیا ہوں۔ ہاں۔

حکیم: اچھا؟؟ تو پھر اب میری فیس دے دیا کرو گے۔

ملا: ہاں ہاں ضرور۔

قاضی: لیکن ملا ہمیں کچھ یقین نہیں آتا آپ کی کامیابی پر؟

ملا: اور ہاں۔ اس بات کو چھوڑیئے۔ میں آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتا

ہوں۔

قاضی: کیا؟؟

ملا: ذرا غور سے سنئے۔ میں مرغیاں اکٹھی کرنے کے لیے جگہ جگہ جاتا تھا۔ کئی لوگ رئیس تھے۔ تاجر تھے۔ بہت اچھے اچھے لوگ مجھے ملتے تھے۔ ایک روز میں ایک بڑے امیر تاجر کے گھر میں گیا اُس نے میری بڑی خاطر کی۔

قاضی: اچھا۔ بہت خوب۔

ملا: مجھے بہت اچھی طرح سے بٹھایا۔ خیریت پوچھی اور آپ کی خیریت بھی پوچھی قاضی صاحب۔

قاضی: اچھا؟؟ شاید مجھے جانتے ہوں گے۔

ملا: پھر قاضی صاحب انہوں نے اپنی بیٹی کو بلایا اور کہا۔ ملا نصر الدین کے لیے بہت اچھا سا شربت بنا کر لاؤ اور کھانے کا انتظام کرو۔

قاضی: واہ واہ یہ تو بہت لطف رہا ہو گا۔

ملا: غور سے سنیئے قاضی صاحب۔ اس تاجر کی بیٹی اتنی خوبصورت اور اس کی آواز اتنی سُریلی تھی کہ میں کیا بتاؤں۔ میں نے تو ایسی اچھی لڑکی کبھی دیکھی نہیں! اور اس نے کھانے تو اتنے عمدہ پکائے کہ میرا تو جی بس کرنے کو نہ چاہتا تھا۔ اس لڑکی کو دیکھ کر مجھے ایک خیال آیا۔

قاضی: کیا؟

ملا: کہہ دوں؟؟؟

قاضی: ہاں۔ ہاں کہہ دیجئے۔

ملا: (اونچی آواز میں) مجھے خیال یہ آیا کہ اس لڑکی کی شادی تو آپ سے ہونی چاہیے قاضی صاحب۔

قاضی: یک دم گھبرا کر) توبہ توبہ کیسی باتیں کرتے ہیں آپ ملا نصر الدین۔ میری بیوی کن

لے گی تو کتنی ناراض ہوگی۔

ملا: اوہو قاضی صاحب آپ تو ڈر ہی گئے۔

قاضی: ہاں ہاں ڈرنے کی تو بات ہی ہے۔میری بیوی کیا سمجھے گی؟

ملا: (ایک دم قہقہہ لگا کر) ہاہاہاہاہا ـــ ہاہا ـــ ہاہاہاہاہا ـــ ہا ـــ ہا ـــ ہا۔

قاضی: یہ کیا ہو گیا آپ کو ملا ـــ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔

حکیم: کیا ہو گیا آپ کو ملا نصر الدین۔

ملا: ہاہاہاہا۔قاضی صاحب میں تو مذاق کر رہا تھا۔آپ تو سچ مچ اپنی بیوی سے ڈر گئے۔ لایئے آپ بھی ایک مرغی دلوایئے۔ہاہاہا۔

قاضی: (سمجھتے ہوئے) اوہ۔ہاہاہاہا۔ٹھیک کہتے ہیں واقعی۔میں بھی ایک مرغی آپ کو دوں گا؟؟؟

حکیم: (ہنسی میں شامل ہوتے ہوئے) آہاہاہا۔

سب: ہاہاہاہاہا۔

(Fade out)

اناؤنسر: ملا نصر الدین اب کے تو ہمارے سامنے ہی مرغی جیت گئے اور وہ بھی بہت مزے سے اور ہاں ایک اور بات بھی بہت اچھی ہوئی حکیم صاحب کی اور ان کی صلح بھی ہو گئی۔کیا فائدہ لڑائی کرنے سے۔آپ بھی اپنے دوستوں سے صلح کر لیا کریں۔ٹھیک ہے؟؟ اچھا اب چلتے ہیں۔اگلے ہفتے ملا نصر الدین سے پھر ملیں گے۔

خدا حافظ۔

(ہاتھ سے خدا حافظ کرتے ہیں)۔

ملا نصر الدین 13

(برائے یکم جولائی 1967ء)

کردار

آوازیں	پتلیاں
اناؤنسر	ملا
ملا	خانم
خانم	زمان
زمان	ڈھینچوں

Scanned with CamScanner

انائونسر: آج ملا نصر الدین بے حد مصروف نظر آ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کسی کام کی تیاری کر رہے ہیں۔ ادھر منے کو بھی کبھی گھر کے اندر بھیجتے ہیں۔ کبھی گھر کے باہر اور خانم بیچاری بہت بڑبڑا رہی تھیں کہ اتنے شور میں آخر نیند کیسے آئے گی ان کو۔ باہر ڈھینچوں بھی پریشان ہے کہ یہ ہنگامہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھئے آج کیا ہوتا ہے۔

(پردہ اٹھتا ہے۔)

(ملا بھاگتے اور بولتے ہوئے نظر آتے ہیں)

ملا: زمان۔ او زمان۔ قیامت خیز۔ زمان ادھر آؤ۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ کیا بات ہے ابا؟

ملا: او زمان ادھر دو تین مرغیاں اپنے ٹوکرے سے نکل گئی ہیں کوئی "یوں" کر کے ادھر جاتی ہے کوئی "وووں" کر کے اُدھر جاتی ہے۔ کیسے پکڑوں۔ تم بھی آؤ۔

انائونسر: سنئے تو ملا جی آپ کدھر بھاگے جا رہے ہیں۔

ملا: ارے چھوڑیئے آپ سے بات کیسے کر سکتے ہیں۔ مرغی کو پکڑنا ہے۔

انائونسر: اچھا سنیں آیئے آپ اور ہم باتیں کرتے ہیں۔ ہیں۔

زمان: آپ کو ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں کرنا آتا ہے۔ ہائیں۔

انائونسر: ٹوں۔ ٹوں۔ ٹوں۔

زمان: نہیں آتا۔ بس ہم نہیں آپ سے بات کرتے۔ مرغی پکڑنی ہے۔ ٹیوں۔ ٹیوں ٹیوں۔ چلئے ابا۔

(دونوں جاتے ہیں)

ملا: اوہو آج تو کوئی بات کرنے کو بھی تیار نہیں۔ کیا ہو رہا ہے؟؟ اور خانم پڑی اونگھ رہی ہیں۔

(باہر سے مرغی کے بولنے کی آواز اور ملا اور زمان کا پکڑ دھکڑ کا شور یہ سن کر خانم

آنکھیں ملتی ہوئی جاگتی ہیں)

خانم: ہائیں ہائیں۔اتنا شور مچادیا ہیں ملاں نے۔(اناؤنسر کو دیکھ کر) آپاں آنپ کا کیا حال ہیں۔

اناؤنسر: سنا ہے۔آج تو ملا نصر الدین اور زمان اتنے مصروف ہیں۔ مجھ سے بات ہی نہیں کرتے۔کیا وجہ ہے؟

خانم: بات یہ ہیں کہ ملاں نصر الدین نے سوچاں کہ جتنی مرغیاں انہوں نے شرط لگا کر جیتی تھیں وہ سب واپس کر دیں۔ان کے انڈوں سے اور بہت سی مرغیاں بن گئی ہیں۔
بس انڈے اور نئی مرغیاں بیچ کر پیسے کمائیں گے اور سفر پر جائیں گے۔

ہائے۔اوہ۔اوہ۔

اناؤنسر: کیا ہوا طبیعت تو اچھی ہے۔

خانم: (جمائی لے کر)

ہاں طبیعت تو اچھی ہیں۔اتنی لمبی بات کہیں میں نے کہ ذرا تھک گئی۔(زمان کی آواز آتی ہے) وہ آگئے سب آپ خود دیکھ لیجئے گا کیا ہورہا ہے (اناؤنسر......)

زمان: (جلدی سے اندر آتا ہے)

ٹیوں۔ٹیوں۔آہا۔امی جاگ گئیں۔

ملا: بڑی مشکل سے پکڑی مرغی خانم۔اس کے پروں سے بڑی مشکل ہے۔ہر جگہ اڑ کر پہنچ جاتی ہے۔

خانم: ارے شکر کرو ملا کہ ڈھینچوں کے پر نہیں ہیں ورنہ وہ توں اڑ اڑ کر ہمارا چھتیں توڑ دیتا۔

ملا: کیسی باتیں کرتی ہو خانم۔ڈھینچوں کے پَر کیسے ہو سکتے ہیں۔آؤ تم بھی ہمارے ساتھ کام کرو۔آؤ ذرا گنیں تو سہی کتنے دینار ہو گئے ہیں ہمارے۔ٹھہرو میں تھیلیاں لے کر آتا ہوں اور زمان ذرا سنو۔زمان۔جاؤ۔مرغیوں کے ٹوکرے اٹھا کر ڈھینچوں پر لادو۔

زمان: اچھا ابا جاتا ہوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔

(F.O.)

خانم: یہ زمان تو بہت ہی شور مچانے لگا ہے۔ارے ملاں پیسے تو گننے لگے ہو۔ذرا یہ تو بتاؤ کہ مجھے کیاں لے کر دو گے۔ہی ہی ہی۔ذرا بتاؤ توں۔

ملا: ہاہاہاہا۔خانم۔تم کو ضرور لے کر دینا چاہیے کچھ۔تم تو میری بیوی ہو۔اور اگر میاں بیویوں سے نہ ڈرتے تو ہم کو اتنی ساری مرغیاں کیسے ملتیں اور پھر ہم ایسے امیر کیسے ہوتے۔ہاں تم تو بہت اچھی ہو۔

(گا کر)

اچھی اچھی بیویاں

پیاری پیاری مرغیاں

ملا: (بے حد خوش ہو کر جھومنے اور ناچنے لگتے ہیں)

واہ۔واہ۔ہاہاہاہاہاہا۔ارے تم نے تو میرا دل خوش کر دیا۔میں تم کو ضرور بہت اچھی سی چیز لے کر دوں گا۔میں تم کو۔میں تم کو ایک اچھی سی دیگچی لے دوں گا۔

خانم: (سوچ کر) اوں۔بس؟!۔کچھ اور بھی......

ملا: اور۔اور میں تم کو۔میں تم کو۔ایک اچھا سا لباس لے کر دوں گا۔ریشم کا۔حریر کا۔

خانم: (تالی بجا کر) آہا۔ہا۔ملاں پھر توں میں اتنی اچھی لگوں گی کہ تم حیران رہ جاؤں گئیں لیکن ملاں مجھ کو ایک چیز اور دلوانا۔

ملا: ہے وہ کیا چیز؟

خانم: ضرور دلوانا۔ضرور۔ضرور۔

ملا: اچھا بھئی وعدہ کر لیتا ہوں۔چیز کیا ہے؟؟

خانم: (شرما کر) آ......وہ......مجھ کو تم ایک اچھا سا پلنگ اور تکیہ بھی دلوانا۔

ملا: ارے خانم۔تم پلنگ اور تکیہ لے کر تو پھر ہر وقت سوتی ہی رہو گی۔پھر تو نہ کپڑے بدلنے

Scanned with CamScanner

کا وقت رہے گا دکھانا پکانے کا۔

زمان: (داخل ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑا ٹوکرا اٹھائے ہوئے ممکن ہو سکے تو اس میں مرغیاں بھی بولیں......)

ابا میں اٹھا لایا۔ ذرا پکڑیں یہ مرغیاں میرے سر پہ ٹھونگیں مارتی ہیں۔

خانم: ہائیں ہائیں ذرا دیکھنا ملاں۔ بچے کا سر ہی گنجا نہ کر ڈالیں۔ جاؤ جلدی سے باہر چھوڑ کر آؤں

ملا: اچھا اچھا۔ ابھی آتا ہوں۔

(دونوں باہر جاتے ہیں)

خانم: ارے کمال ہو گیا۔ ملاں کو تو یاد ہی نہیں کہ آج کے دن تو ہماری شادی ہوئی تھیں۔ آج کتنے ہی سال ہو گئے۔ دس سال ہو گئے۔ آج کچھ اچھی چیز پکانی چاہیے۔

ملا: لو بھئی چھوڑ آیا۔ زمان ڈھینچوں پہ لا رہا ہے۔

خانم: ارے ملاں تم تو بھول ہی گئیں۔ آج تو ہماری شادی کی دسویں سالگرہ ہیں۔ آج تو کچھ اچھی چیز پکانی چاہیے۔

ملا: اچھا؟؟

خانم: کہو تو آج دو مرغیاں حلال کر لیں!!

ملا: نہ نہ جو بات دس سال پہلے ہو چکی اس میں بیچاری مرغیوں کا کیا قصور؟؟

زمان: (باہر سے)

ابا میں یہ مرغیاں واپس دے آؤں!!

ملا: ہاں۔ جلدی سے دے کر آؤ پھر مجھے اپنا سامان ڈھینچوں پر رکھنا ہے۔ جلدی آنا۔

زمان: (باہر سے)

اچھا ابا۔ چلو ڈھینچوں۔ چلو۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

(F.O)

(F.IN)

(ملا کھانے سے فارغ ہو چکے ہیں۔ ڈھینچوں پر سامان لدا ہے۔ زمان اور خانم ایک طرف کھڑے ہیں۔

ملا: لو بھئی خانم میں اب جاتا ہوں۔ تم سب گھر کا خیال رکھنا۔

منا: ابا میرے لیے مٹھائی لے کر آنا ضرور۔

ملا: ہاں ہاں ضرور لاؤں گا۔

خانم: اور میرے لیے کیا لاؤ گے؟

ملا: دیکھی۔

خانم: اونہو۔

ملا: اچھے اچھے کپڑے۔

خانم: اونہوں۔

ملا: اچھا اچھا یاد آ گیا۔ پلنگ لاؤں گا اور تکیہ بھی۔

خانم: ہاں ہاں۔ ٹھیک پھر تو میں ایسے اطمینان سے سوؤں گی کہ مزہ آ جائے گا—

ملا: اچھا خدا حافظ، خدا حافظ۔

خانم......زمان۔

(سب ہاتھ ہلا ہلا کر خدا حافظ کہتے ہیں)

خدا حافظ، خدا حافظ۔

اناؤنسر: (آتے ہوئے)

خدا حافظ ملا نصر الدین۔

ملا: آئیں۔ اوہ آپ ہیں۔ لیکن آپ سے تو ملاقات ہوتی رہے گی۔ چلو ڈھینچوں۔ چلو شاباش۔ (قرأت سے) سفرو فی الارض سفر و فی الارض

لیجئے ملا نصر الدین آج جوش میں آ کر سفر پر روانہ ہو گئے ہیں۔ دیکھیں کیسی گزرتی ہے

Scanned with CamScanner

اور کہاں جاتے ہیں۔ اگلے ہفتے دیکھیں گے کہ ملا نصرالدین سفر میں کیا کچھ کرتے ہیں۔ اس وقت تک خدا حافظ۔

ملا نصرالدین 14

(تاریخ نشر: 12 جولائی 1967ء)

کردار:

ملا

اناؤنسر

پہلا آدمی (مزدور)

دوسرا آدمی (تاجر)

ڈھینچوں

Scanned with CamScanner

اناؤنسر: ملا نصر الدین بڑے جوش میں آ کر سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ بس وہ ہیں اور ان کا ڈھینچوں۔ اب دیکھیے ملا نصر الدین پر کیا گزرتی ہے۔ ویسے ملا نصر الدین کو لوگ جانتے تو ہیں ہی کیونکہ ان کی باتیں سب جگہ مشہور ہیں۔ آیئے دیکھیں ملا نصر الدین اب کس جگہ پہنچے ہیں۔

(پردہ اٹھتا ہے) ایک بازار کا حصہ جس میں کچھ لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ اناؤنسر ادھر آتی ہے۔)

یہ تو بازار معلوم ہوتا ہے کسی گاؤں کا۔ ارے، وہ دو آدمی بھی چلے آ رہے ہیں۔

(ان کی آپس میں بولنے کی آوازیں) یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بحث کر رہے ہیں کسی بات پر لیجیے وہ پہنچ ہی گئے۔

ایک آدمی: میں نے کہا نہ صبح جب میں اس تاجر کے گھر تھیلا چھوڑنے گیا تو اس نے وہ دینار مجھے خوش ہو کر دیا تھا۔

دوسرا آدمی: تم غلط سمجھے وہ تاجر جب بازار میں سامان لینے کو آیا تو اس کے پاس تھیلا نہ تھا۔ میں نے سامان ایک تھیلے میں ڈال دیا۔ یہ دینار اس نے تمہیں میرے تھیلے کے بدلے دیا ہے اس لیے میرا ہے۔

پہلا: اگر اس نے یہ دینار تمہارے لیے دیا ہوتا تو وہ یا تو مجھ سے کہہ دیتا یا پھر تم ہی کو دیتا۔

دوسرا: تو کیا اس نے تم سے یہ کہا کہ یہ دینار تمہاری مزدوری کا ہے۔

پہلا: نہیں لیکن کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرا: بالکل ضرورت ہے۔ اگر تمہارا ہوتا تو تاجر نے کہہ دیا ہوتا کہ یہ تمہارا ہے۔ تو اس نے تم کو میرے لیے دیا ہے۔

پہلا: نہیں نہیں تم خواہ مخواہ دینار حاصل کرنے کے لیے کہہ رہے ہو اور کوئی بات نہیں۔ یہ دینار تو ہے ہی میرا۔

دوسرا: اصل میں قانون دیکھ رہا ہے میرا حق ہے اور ہم کو چاہیے کہ شکر ادا کریں ...
تمہیں؟

پہلا: قاعدے سے دیکھا جائے تو میں نے محنت کی ہے لیکن اگر یہ تم کو دیا گیا ہے۔

دوسرا: تم کو لیکن اگر یہ مقرر کیا ہے میں نے معاملہ کے ساتھ مجھ کو بھی تو دیا۔

پہلا: دیکھو بھئی میں نے تو دوستی ختم بھی کر دی۔

دوسرا: ہاں ہاں میں نے بھی تمہارا خیال بھی چھوڑ دیا۔

پہلا: (چونک کر) تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔

دوسرا: کیا کہا بے ... ہے کہ کون ...

پہلا: قاعدے سے دیکھا جائے تو تمہیں کچھ نہیں ملنا۔

دوسرا: غلط ہے۔

پہلا: تمہیں ملا ہے۔

دوسرا: ملا ہے۔

پہلا: قاعدے سے میرا ... میں ...

دوسرا: تم جیسے کہتے ہو (اس کی ... ہے) پہلے ... فیصلہ کر دو گے۔

(اب تک ... ہے۔ ... ملا نصر الدین کی
آواز دور سے آتی ہے۔ میری فتح الارض)

ملا: آؤ آؤ ... بچو ...

(لوگوں کی آواز...... فیصلہ ہو گا)

میری فتح الارض...... میری فتح الارض

پہلا: ... اس میں فیصلہ ... ہے۔

دوسرا: آؤ آؤ ... بچو ...

(لوگوں کی آواز...... فیصلہ ہو گا)

ملا: میری فتح الارض...... میری فتح الارض۔

دوسرا: کون چلا آ رہا ہے ادھر سے؟؟

اس کے ساتھ ایک گدھا بھی ہے۔

(بچوں کی آواز)

پہلا: یہ کوئی اس شہر میں اجنبی معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا: میرا خیال ہے کہ ہم اس سے کہتے ہیں ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔

(لوگوں کی آواز...... فیصلہ ہو گا)

ملا: میری فتح الارض۔

(بچے اس کو گھیر لیتے ہیں)

بچے: آ گئے آ گئے آ گئے...... آ گئے گدھے...

(پہلے دونوں آدمی ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے ہیں)

ملا: (زبان سے) آ ہا ہا ارے ننھے بچو! تم کو تو بہت سی چیزیں چاہئیں۔ اگر تم ذرا خاموش ہو جاؤ تو میں تم کو بتاؤں لیکن تم تو بہت ہی شور کرتے ہو۔

بچے: گدھے...... گدھے...... گدھے......

ملا: یہ کیسا اچھا شہر ہے ننھے بچو! اس میں اچھے اچھے بازار ہیں۔ خوبصورت گلیاں ہیں اور...... (دونوں آدمیوں کو دیکھ کر اور لوگ بھی ہیں؟) ہاں ہاں ارے ننھے بچو! ان سے کیا بات کی جائے!!!

بچے: کھانا کھانا۔ بھوک ہے بھوک بھوک......

ملا: ارے ننھے بچو! بھوک تو مجھ کو بھی بہت لگ رہی ہے لیکن میں اب سے دو پہر تو قائم کو بھی سنا آیا۔ اب تو پیسے ہی نہیں ہیں میرے پاس۔

بچے: یہاں کے لوگ کھانا کیوں نہیں کھلاتے؟ کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟

ملا: چپ کرو یہاں تھوڑا ہی کہہ سکتے ہیں۔ پہلے مجھ کو ان سے بات کرنی چاہیے۔ السلام علیکم بے۔

آفندی۔

(دونوں آدمی)

وعلیکم السلام۔

پہلا: یا حضرات آپ کا اسم شریف!!

ملا: (کھنکار کر)

ملا: میرا نام۔ ملا نصر الدین ہے۔

دوسرا: اوہ۔ آپ تو بہت مشہور آدمی ہیں۔ ملا نصیر الدین۔

ملا: اونہوں آپ میرا نام غلط مت پکاریے۔ میرا نام ملا نصر الدین ہے۔

دوسرا: جی جی۔ بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ آپ کیسے تشریف لائے۔

ملا: وہ بات یہ ہوئی کہ وہ تو آپ جانتے ہی ہیں...... (قرأت سے) سیروفی الارض...... سیروفی الارض۔

پہلا: ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔

ملا: تو مجھے خیال ہوا کہ دنیا کی سیر کرنی چاہیے اور دوسرے شہروں کے لوگوں سے بھی ملاقات ہونی چاہیے۔

دوسرا: بہت خوب۔ بہت خوب۔ آپ کا سفر تو خیریت سے گزرا، ملا نصر الدین۔

ملا: جی ہاں۔ بہت اچھی طرح سے۔

ڈھینچوں: نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔

ملا: چپ کرو ڈھینچوں۔ بیچ میں دخل نہ دو۔

ڈھینچوں: دوں گا۔ دوں گا۔ بھوکا ہوں۔ بھوکا ہوں...... بھوکا ہوں۔

پہلا: اوہو کیا آپ کو بھوک لگی ہے۔

ملا: اہم۔ اہم۔ اہم۔ خیر چھوڑیے اس قصے کو کہیے آپ کیا کام کرتے ہیں؟

پہلا: جی میں مزدور ہوں۔ ملا نصر الدین۔

ملا: ماشاء اللہ۔ لیکن آپ کچھ دبلے معلوم ہوتے ہیں۔ خیریت تو ہے؟

پہلا: جی اب تو اچھا ہوں لیکن پچھلے دنوں ذرا بخار کی تکلیف بہت رہی۔

ملا: تو اب تو بخار نہیں ہے آپ کو؟

پہلا: ہاں اب بخار تو ٹوٹ گیا ہے۔ لیکن ابھی گردن میں درد باقی ہے۔

ملا: آپ مطلق فکر نہ کریں جس طرح بخار ٹوٹ گیا ہے، اسی طرح ان شاء اللہ گردن بھی جلد ہی ٹوٹ جائے گی۔

پہلا: جی؟؟

ڈھینچوں: ہاہاہاہا...... ہاہاہا...... ہاہاہا۔

ملا: چپ کرو ڈھینچوں۔ تم بالکل گدھے ہو۔ (دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر) آپ تو بہت خاموش اور ایک طرف کھڑے ہیں کیا آپ دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں۔)

دوسرا: (پہلے کی طرف دیکھ کر)

اہم۔ اہم۔

پہلا: (دوسرے کی طرف دیکھ کر)

اہم۔ اہم۔

دوسرا: ملا نصر الدین دراصل ہمارا جھگڑا ہو گیا ہے۔ ایک بات پر۔ اگر آپ فیصلہ کرا دیں تو بہت اچھا ہو۔

ملا: ہاں۔ ہاں۔ ضرور آزمایئے۔

دوسرا: دیکھیے میں تاجر ہوں۔

پہلا: ماشاء اللہ...... ماشاء اللہ...... پھر تو آپ کے ساتھ ہم تجارت بھی کر سکتے ہیں۔

دوسرا: ضرور ضرور...... تو قصہ یوں ہے کہ مجھ سے کسی نے سامان خریدا اور میں نے وہ سامان خریدار کو تھیلے میں ڈال کر دے دیا تھیلا یہ مزدور اٹھا کر لے گیا۔ خریدار نے اس مزدور کو

Scanned with CamScanner

ایک دینار دیا۔ وہ دینار دراصل اس تھیلے کی قیمت تھی لیکن یہ مزدور کہتا ہے کہ وہ اس کی اجرت ہے؟ اب بتایئے یہ کیسے طے ہو۔

ڈھینچوں: میں بتاؤں۔ میں بتاؤں۔ میں بتاؤں۔

ملا: چپ کرو ڈھینچوں۔ ہمیں غور کرنے دو۔

ڈھینچوں: بھوکا ہوں۔ بھوکا ہوں۔ (آہستہ سے) ملا دینار مجھے دے دو۔ دے دو۔ دو۔

ملا: ہاں ہاں۔ سمجھ گیا بات یہ ہے حضرات کہ آپ یہ دینار ذرا مجھے دکھایئے۔

پہلا: یہ لیجئے۔

ملا: تو اس دینار کے بارے میں یہ تاجر کہتے ہیں کہ یہ دینار آپ کا نہیں ہے۔

پہلا: لیکن لیکن۔

ملا: میری بات تو سنیئے تو ان کے کہنے کی وجہ سے اس دینار کا آپ کی ملکیت ہونا مشکوک ہو گیا۔ اس لیے ممکن ہے یہ آپ کا نہ ہو۔

دوسرا: (خوش ہو کر)

ہاہاہاہا۔ ہاہا۔

ملا: اور اسی طرح ممکن ہے کہ یہ دینار ان تاجر صاحب کا بھی نہ ہو!

دوسرا: ہائیں؟؟

ملا: پھر یہ دینار ہو سکتا تھا تو صرف خریدار کا ہو سکتا تھا۔

پہلا اور دوسرا: جی ہاں۔ جی ہاں۔

ملا: لیکن یہ ان کے پاس تو نہیں ہے؟؟ نہیں ہے؟؟؟

پہلا اور دوسرا: نہیں نہیں۔

ملا: اچھا تو پیشتر اس کے کہ میں فیصلہ کروں۔ آپ دونوں قسم کھائیں کہ آپ دونوں کو میرا فیصلہ منظور ہوگا۔

دونوں: ہم قسم کھاتے ہیں ہمیں آپ کا فیصلہ منظور ہوگا۔

ملا: میری رائے میں یہ مشکوک چیز تو کسی اچھے کام میں لانی نہیں چاہیے اور میرا خیال ہے کہ اس سے خرید کر ڈھینچوں کو کھانا کھلا دینا چاہیے۔

پہلا اور دوسرا: اوہ۔ لیکن ہمارا دینار اور ہمیں تو کچھ بھی ملا۔

ملا: آپ چاہیں تو آپ بھی ڈھینچوں کے ساتھ شامل ہو جایئے۔ وہ تو بہت مہمان نواز ہے۔

ڈھینچوں: ہاہاہاہاہاہاہاہاہاہاہا۔

(ڈھینچوں کی آواز اور پہلے اور دوسرے آدمی کے احتجاج کی آوازیں اور)

(F.O.)

اناؤنسر: جناب ملا نصر الدین کے سفر کے پہلے حصے میں تو ان کو کچھ مشکلیں ہی ہو رہی ہیں۔ بیچے گھر بھول آئے ہیں یہ۔ دیکھیے آئندہ کیا ہوتا ہے۔

اچھا بچو! اب آئندہ پھر ملاقات ہوگی۔ آپ کو معلوم ہے نا اب یہ پروگرام ہر بدھ کو ہوتا ہے۔ اچھا تو اگلے بدھ تک خدا حافظ۔

Scanned with CamScanner

ملانصرالدین 15

(تاریخ نشر PTV: 19 جولائی 1967ء)

کردار	آرٹسٹ	
	(آواز پتلیاں)	
اناؤنسر	نسرین سعید	(خود)
ملانصرالدین	اختر عباس	نصیر ملک
مزدور	نعیم طاہر	نصیر ملک
تاجر	رشید عمر تھانوی	سیدہ شاہجہان
نوجوان	جمیل بسمل	ظاہر
شیخ	نعیم طاہر،	مریم ڈیوڈ

Scanned with CamScanner

اناؤنسر: لو بچو! آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ ملا نصر الدین آج کل گھر سے سفر پر نکلے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تجارت کر کے کچھ پیسے کمائیں۔ پچھلی مرتبہ وہ ایک تاجر اور مزدور سے ملے تھے۔ دونوں میں جھگڑا ہو رہا تھا لیکن ملا نصر الدین نے وہ جھگڑا ہنسی اور مذاق میں ختم کروا دیا تھا۔ پھر بچو ملا نصر الدین کی اس تاجر سے دوستی ہوگئی اور دونوں نے سوچا کہ مل کر کاروبار کریں اور پیسے کمائیں۔ بس تو دونوں نے کام شروع کر دیا۔ آیئے دیکھیں کہ کام کیسے ہو رہا ہے......

(پردہ اٹھتا ہے)

تاجر: (ملا نصر الدین ایک دُکان پر بیٹھے ہیں اس کے ساتھ ہی ایک تاجر جو پچھلی مرتبہ انہیں ملا تھا، کھڑا ہے اور دُکان کو کچھ صاف کر رہا ہے۔)

ملا نصر الدین ان شاء اللہ ہم دونوں کو مل کر کام کرنے سے بہت فائدہ ہوگا۔

ملا: ان شاء اللہ۔

تاجر: ابھی یہ دُکان ذرا صاف کرلوں۔ پھر میں کچھ سامان خریدنے کے لیے جاؤں گا۔

ملا: بھائی کتنا صاف کرو گے۔ یہ دُکان تو اتنی پرانی ہوگئی ہے کہ اس کی مرمت ضروری ہے۔

تاجر: ملا نصر الدین مرمت تو ہوگی، اگر ہم نے بہت سے پیسے کما لیے ورنہ تو مرمت مشکل ہے ہاں یہ خیال رکھنا ملا نصر الدین جو بھی فائدہ ہو وہ آدھا میرا ہوگا۔ آدھا آپ کو ٹھیک ہے نا۔

ملا: ان شاء اللہ۔ فائدہ ضرور ہوگا۔ ٹھیک ہے۔ آدھا آپ کا اور آدھا میرا۔

تاجر: اور ہاں ملا نصر الدین جو ایک سو دینار آپ نے مجھ سے قرض لیے تھے، وہ مجھے آپ فائدے میں سے واپس کرتے رہیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟؟؟

ملا: ان شاء اللہ۔ ان شاء اللہ۔

تاجر: اچھا تو ملا نصر الدین۔ میں کچھ سامان خریدنے کے لیے چلتا ہوں۔ خدا حافظ

ملا: خدا حافظ۔ بھائی تاجر۔

(چھت کے کڑکڑانے کی آواز)

ملا: اے بھائی تاجر۔ ذرا ٹھہرو۔ ذرا سننا۔ تمہارے دُکان کی چھت کڑکڑاتی ہے۔

تاجر: (لوٹتے ہوئے) اوہو۔ کیوں گھبرا گئے۔ ملا نصر الدین۔

ملا: ارے گھبرانے کی تو بات ہی ہے۔ دُکان کی چھت کڑکڑاتی ہے۔ کہیں سر پر گر گئی تو؟ اب نہیں گھبراؤں گا تو آخر کب گھبراؤں گا؟؟ تاجر بھائی اس کا کچھ بندوبست تو ضرور کرنا ہوگا۔

تاجر: ملا نصر الدین، آپ گھبرائیے نہیں۔ یہ اتنی خطرناک نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس نے دیکھا کہ یہاں ملا آئے ہیں تو اس نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی۔ (ہنستا ہے) آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔

ملا: ارے کہے جاتے ہو پریشان نہ ہو، پریشان نہ ہو، ابھی ابھی تو یہ تسبیح ہی پڑھی ہے، اگر تھوڑی دیر میں سجدہ کرے گی تو میرے سر پر آن پڑے گی۔ پھر؟؟

تاجر: ان شاءاللہ۔

ملا: ہائیں کیا مطلب؟ ان شاءاللہ!

تاجر: (ہنس کر) وہ تو میں نے آپ کی نقل میں کہا تھا۔ آپ اطمینان سے بیٹھئے، چھت گرے گی نہیں۔ میں تو مدتوں سے یہاں کام کرتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔

ملا: خدا حافظ...... (ذرا سوچ کر) بھائی تاجر، ذرا سننا تو...... ارے بھئی ذرا سننا۔

تاجر: اب کیا بات ہے ملا نصر الدین؟ اس طرح تو وقت ضائع ہو جائے گا۔ یہ کام کا وقت ہے۔

ملا: میرا خیال ہے تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ یہ چھت تم سے واقف ہے، تمہارا لحاظ کرے گی۔ میں تو اجنبی ہوں کہیں...... مجھ...... کو......

تاجر: دیکھیے آج نہیں تو کل، اگر آپ کو تجارت کرنا ہے تو یہاں تو بیٹھنا ہی پڑے گا، اس لیے ابھی سے عادی ہو جائیے اور دیکھئے دور سے کچھ آدمی آ رہے ہیں۔ شاید آپ سے کچھ معاملہ کریں۔ اب مت ڈریے۔ میں جاتا ہوں۔

ملا: اچھا بھائی جاؤ۔ خدا حافظ۔ (دعا مانگتے ہوئے) یا اللہ تو اس چھت کو ذرا اپنی جگہ پر ہی رکھنا۔ اس کی نمازیں اس کی بجائے میں پڑھ دوں گا۔ بالکل...... یہ سجدہ میں چلی گئی تو پھر خانم اور منا مجھ کو کہاں ڈھونڈیں گے۔ بس چھت اپنی جگہ پر ہی رہے۔ آمین۔

(ملا نصر الدین ابھی دعا سے فارغ ہی ہوئے ہیں کہ وہی مزدور جو انہیں پچھلی مرتبہ ملا تھا۔ آتا ہے)

مزدور: السلام علیکم! ملا نصر الدین۔

ملا: وعلیکم السلام بھائی مزدور کیسے ہو؟

مزدور: الحمدللہ، اچھا ہوں۔

ملا: تمہاری گردن میں درد تھا وہ اچھا ہو گیا ہے؟؟

مزدور: جی ہاں۔

ملا: اچھا تو کہو کیسے آنا ہوا۔

مزدور: ملا نصر الدین۔ آپ کی ہم نے بہت شہرت اور تعریف سنی ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں۔

ملا: اہم۔ اہم۔ الحمدللہ۔ اللہ کے فضل و کرم سے کچھ جانتا ہی ہوں۔

مزدور: اور پھر معلوم ہوا کہ آپ نے تاجر کے ساتھ یہاں مل کر کاروبار بھی شروع کر دیا ہے۔ اس لیے ہم آپ سے کچھ مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔

ملا: ضرور۔ ضرور۔ تو کیا معاملہ ہے؟ آیئے؟

مزدور: ذرا پہلے آپ ہمیں یہ بتائیے کہ آپ کچھ حساب کتاب بھی جانتے ہیں نا؟

ملا: حساب کتاب تو میں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے 17

Scanned with CamScanner

گدھے تین بھائیوں میں بہت عقلمندی سے تقسیم کیے تھے اور پھر آپ کو یاد نہیں؟ پچھلی مرتبہ آپ لوگ محض ایک دینار پر جھگڑا کر رہے تھے تو میں نے کتنی جلدی فیصلہ کر دیا تھا۔ ایسا معاملہ ہے تو ضرور سنائیے۔ (آہستہ سے) اس میں تو مجھ کو فائدہ ہوگا۔ بتائیے۔ بتائیے۔

مزدور: ٹھہریئے۔ میں اپنے دو ساتھیوں کو بھی بلا لوں۔ کچھ دینار ہم کو آپس میں تقسیم کرنے ہیں۔ میں ابھی بلا کر لاتا ہوں۔

ملا: حساب کا علم تو بہت کام کی چیز ہے۔ اکثر لوگ حساب نہیں جانتے۔ اب تو میں کاروبار کرتا ہوں اس لیے اپنی فیس بھی لوں گا ضرور...... اگر مجھ کو حساب کا علم نہ آتا تو ان لوگوں میں آپس میں جھگڑا ہو جاتا اور کیا مجھ کو فیس ضرور لینی چاہیے اور وہ لوگ آ گئے۔ مجھے ان سے اچھی طرح سے پیش آنا چاہیے۔ (مسکرا کر) السلام علیکم۔

(دو پتلے داخل ہوتے ہیں۔ ایک بہت ضعیف ہے۔ دوسرا قدرے جوان ہے۔ ضعیف خاصا خوشحال معلوم ہوتا ہے۔ یہ پتلا آئندہ بھی استعمال ہوگا)۔

دونوں: وعلیکم السلام۔ ملا نصر الدین۔

ملا: آپ کے مزاج اچھے ہیں۔

شیخ: اللہ کا فضل ہے۔ بڈھا ہو گیا ہوں صحت زیادہ اچھی تو نہیں رہتی لیکن جو دم گزر جائے ٹھیک ہے۔ میرا نام شیخ علیم ہے اور یہ نوجوان قاضی شہر کی عدالت میں کام کرتے ہیں۔

ملا: خدا آپ کی عمر دراز کرے۔ شیخ علیم صاحب اور آپ کیسے ہیں دوست؟

نوجوان: اچھا ہوں۔ بس حساب کتاب میں تھوڑی سی مدد آپ ہم تینوں کی کر دیں تو بہت شکریہ۔

ملا: ضرور ضرور فرمائیے۔ عدالت میں کام کرنے والوں کے ساتھ میں انصاف کروں گا۔

نوجوان: بات یہ ہے کہ ہم تینوں نے مرغیاں بیچی ہیں۔

ملا: ماشاءاللہ۔ ماشاءاللہ۔ بہت اچھی بات ہے۔

شیخ: اچھا؟ آپ کو کیسے معلوم؟

ملا: میں تو بہت مرغیاں پال چکا ہوں شیخ صاحب، میں تو مرغیوں کے گیت گاتا ہوں۔ (گا کر)

پالی تھی میں نے وہ مرغی
ہر روز تھی وہ انڈا دیتی

شیخ: ماشاءاللہ۔ ماشاءاللہ۔

مزدور: آپ تو خاصے تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔

ملا: جی ہاں۔ جی ہاں۔ ویسے مجھ کو ایک بات بتائیے۔ (ذرا سا وقفہ) یہاں اس شہر کے مرد بھی اپنی بیویوں سے ڈرتے ہیں؟؟

مزدور: جی؟؟

نوجوان: کیا فرمایا؟؟ (دونوں اکٹھے)

شیخ: اس کا مرغیوں سے بھلا کیا تعلق؟؟

ملا: (ہنس کر) خیر۔ خیر۔ جانے دیجئے۔ اس کا تعلق بھی سمجھاؤں گا۔ چلئے آپ اپنا مسئلہ بیان کیجئے۔

شیخ: ہاں تو قصہ یہ ہے ملا نصر الدین کہ ہم تینوں کے پاس ایک ایک مرغی تھی اور ہم بازار میں گئے۔ ہم تینوں نے اپنی اپنی مرغیاں اکٹھی کر کے نیلام کر دیں اور ہم تینوں کو تین مرغیوں کے آٹھ دینار مل گئے۔ آٹھ دینار سمجھ رہے ہیں نا؟؟ اب جو ہم نے چاہا کہ ہم یہ آٹھ دینار آپس میں برابر برابر تقسیم کریں تو کس طرح سے ہوتے ہی نہ تھے۔

نوجوان: بس جس طرح بھی تقسیم کرتے کسی کو زیادہ مل جاتے اور کسی کو کم۔ ابھی ہم یہ سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں کہ اس مزدور کو خیال آیا کہ ہم آپ کے پاس چل کر آپ سے پوچھیں، اب آپ بتائیے کہ آپ اس کا حل نکال سکتے ہیں یا نہیں؟

ملا: (ذرا سوچ کر) ہے بہت مشکل سوال۔ لیکن میں اس کا حل ضرور نکال لوں گا۔ (ذرا سوچ کر) اوہ ہوں۔ آں۔ سمجھ گیا۔ لائیے۔ ادھر رکھ دیجئے آٹھ دینار۔ یہاں۔ یوں۔ اچھی طرح سے احتیاط سے۔ شاباش۔

Scanned with CamScanner

(اگر تینوں کے لیے دینار رکھنا مشکل ہو تو دینار ملا کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔
دونوں میں سے جو صورت آسان ہو کر لی جائے۔)

اچھا۔اب آپ ادھر آئیے شیخ صاحب۔

شیخ: جی۔

ملا: یہ لیجئے۔آپ دو دینار اپنے پاس رکھ لیجئے۔اب آپ ادھر آئیے نوجوان۔

نوجوان: جی۔

ملا: یہ لیجئے۔آپ بھی دو دینار اپنے پاس رکھ لیجئے۔ٹھیک ہے نا! آپ دونوں کو برابر حصہ مل گیا۔اب آپ ادھر آئیے۔مزدور۔یہ لیجئے آپ بھی دو دینار لے لیجئے۔چلیے سب کو برابر برابر مل گئے۔

مزدور: لیکن ملا نصر الدین دو دینار تو بچ گئے ہیں۔وہ کیسے بانٹے جائیں گے۔

ملا: (ہنس کر) ہاہاہاہا۔ان میں سے ایک دینار تو اس تاجر کا ہو جائے گا جس کی وجہ سے میں یہاں بیٹھا ہوں اور دوسرا۔دوسرا کیونکہ آپ کو حساب نہیں آتا اور آپ میں جھگڑا ہونے کا ڈر تھا، اور میں نے یہ مشکل حل کر دی ہے اس لیے ایک دینار میری فیس ہوگی۔

تینوں: اوہ آپ کی فیس۔ارے۔

ملا: ارے خود بھی آپ کو حساب سیکھنا چاہیے۔جلدی چلیے کہیں اور دینار ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔

ملا: (اناؤنسر سے) آپ دیکھ رہی تھیں میں تو سمجھا آج آپ کہیں چلی گئیں۔

ملا: دیکھئے جب کاروبار کیا جائے تو پھر حساب کرنے کی فیس تو سب ہی لیتے ہیں۔

اناؤنسر (پلٹ کر) بھئی ملا نصر الدین نے تو کاروبار شروع کر دیا اور آج ایک دینار اپنی فیس بھی کمالی......اب دیکھیں آئندہ کیسی گزرتی ہے۔

ملا نصر الدین 16

کردار	آرٹسٹ
ملا نصر الدین	اختر عباس
ڈھینچوں	جمیل بسمل
شیخ	نعیم طاہر
مزدور	نعیم طاہر
اناؤنسر	نسرین سعید
پتلیاں	ناصر ملک
	اے وحید
	زارا مریم ڈیوڈ
	امجد پرویز

اناؤنسر: ملانصرالدین جب سے اس شہر میں آئے ہیں ان کے آنے کی شہرت بہت دور دور پھیل گئی ہے۔لوگ اکثر ان سے ملنے کے لیے آتے ہیں اور ان کی مزے مزے کی باتیں سن کر خوش ہوتے ہیں۔ یہاں بھی کئی لوگ ان کے دوست بن گئے ہیں۔ آج ملانصرالدین سیر کے لیے نکلے اور باغ میں آ کر بیٹھ گئے ہیں اور وہاں مزے سے بیٹھے پھل کھا رہے ہیں۔ آیئے ہم بھی دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔

(پردہ اٹھتا ہے)

(ملا ایک طرف درخت کے نیچے بیٹھے ہیں اور ایک درخت ان سے ذرا دور ہے۔ اوپر کو ایک درخت کو دیکھ رہے ہیں)

(گنگناتے ہوئے) ہوں۔ ہوں۔ ہرے ہرے درخت کتنے اچھے درخت۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔

اناؤنسر: ملاجی۔ آپ درخت میں کیا دیکھ رہے ہیں؟

ملا: میں دیکھ رہا ہوں کتنا بڑا درخت ہے۔ یہ معلوم نہیں کس چیز کا ہے؟

اناؤنسر: یہ درخت تو مجھے بیر کا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے چھوٹے چھوٹے بیر تو دیکھے ہوں گے۔

ملا: چھوٹے چھوٹے بیر! ہاں دیکھے تو ہیں لیکن اتنا بڑا درخت تو تربوز کا ہونا چاہیے۔

اناؤنسر: (ہنس کر) واہ ملانصرالدین۔ تربوز تو چھوٹی چھوٹی بیلوں میں ملتے ہیں۔

(ایک بیر ملا کے سر پر گرتی ہے)

ملا: ہائے۔ یہ کیا گرا میرے سر پر۔ وائے۔ وائے۔ اوے۔ او یہ تو بیر ہے۔ الحمدللہ۔ شکر ہے اللہ میاں تو نے اس درخت میں تربوز نہیں لگائے۔ اگر وہ گرتا تو میرا سر ہی پھٹ جاتا۔

اناؤنسر: دیکھا ملانصرالدین اللہ میاں کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی بہتری ہوتی ہے۔

ملا: ہاں ہاں۔ یہ تو آپ ٹھیک کہتی ہیں اور وہ دیکھئے شیخ صاحب آ رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

(اناؤنسر چلی جاتی ہے) ارے ڈھینچوں بات سنو۔

ڈھینچوں: جی۔جی۔جی۔جی۔جی۔جی۔جی۔پھڑرر۔

ملا: دیکھو شیخ صاحب آرہے ہیں۔آہستہ آہستہ وہ بڈھے آدمی ہیں زیادہ شور نہ مچانا۔

ڈھینچوں: اچھا اچھا اچھا۔پھڑررر۔

ملا: ذرا چپکے ہی کھڑے رہنا۔بس اگر بات کریں تو کرنا۔

ڈھینچوں: ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے......

شیخ: السلام علیکم۔ملا نصر الدین

ملا: وعلیکم السلام! شیخ صاحب کیا حال ہے آپ کا؟؟

شیخ: ملا نصر الدین اس قدر بڈھا ہوگیا ہوں کہ اب چلنے پھرنے میں بھی بہت مشکل ہوتی ہے۔

ملا: تو آپ کام کیسے کرتے ہوں گے شیخ صاحب۔

شیخ: ملا نصر الدین اللہ کے فضل سے اب مجھ کو کچھ خاص کام کرنے کی ضرورت نہیں۔تمام عمر تجارت کی ہے۔بہت دولت جمع کر لی ہے۔اب تو کما کی کوئی ضرورت نہیں۔بس دلچسپی کے لیے مرغیاں پال لی ہیں۔لیکن اب کام کیا نہیں جاتا۔اب تو نماز بھی مشکل سے پڑھتا ہوں۔

ملا: اللہ آپ کی نمازیں اور کوشش کا اجر دے گا۔شیخ صاحب۔

شیخ: (آہ بھر کر) ہاں لیکن ملا نصر الدین میں آپ سے اس سلسلے میں کچھ مدد چاہتا ہوں اگر آپ مان جائیں تو۔

ملا: ضرور ضرور۔میں تو شیخ صاحب آپ کی جو مدد ممکن ہوسکتی ہے ضرور کروں گا۔

شیخ: ملا نصر الدین میں جانتا ہوں کہ آپ بزرگ ہیں اور بڑی باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں، مَیں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب آپ نماز پڑھیں تو اپنے ساتھ میرے لیے بھی دُعا مانگ لیا کریں اور اگر آپ قبول کریں تو میں اس کے بدلے آپ کو پانچ سو دینار

پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اچھا (حیرت زدہ) پا۔پا۔پانچ سو دینار۔اوہ ہاں ہاں۔اوہ ہاں ہاں۔شیخ صاحب۔ ضرور۔مَیں آپ کے لیے دعا بھی کروں گا اور نماز بھی پڑھ لیا کروں گا۔

بہت اچھا؟؟؟ ملا نصر الدین۔یہ لیجئے پانچ سو دینار کی ایک تھیلی۔

(ملا نصر الدین تھیلی لے لیتے ہیں)

ڈھینچوں: ٹھہریئے......ٹھہریئے......ٹھہریئے......

چپ کرو۔میں شیخ صاحب سے ضروری باتیں کر رہا ہوں۔

ڈھینچوں: پچاس دینار واپس کر دیجئے......واپس واپس واپس......

ہائیں۔وہ کیوں۔وہ کیوں۔شیخ صاحب نے جو دیا وہ میں نے قبول کرلیا۔

ڈھینچوں: نماز قضاء......قضاء......قضاء......قضاء

ملا: ہائیں۔اوہ سمجھا۔سمجھا۔معاف کیجئے گا۔شیخ صاحب ڈھینچوں۔بہت ٹھیک بات کہہ رہا ہے۔دیکھئے کبھی کبھی نماز قضا بھی تو ہو جاتی ہے نا......اس لیے میں آپ کو کوئی دھوکا نہیں دینا چاہتا۔آپ اس میں سے پچاس دینار واپس لے لیجئے گا۔

ڈھینچوں؛ آگئے......آگئے۔آگئے......پھڑرررر......

ملا: (غصے سے) ارے ڈھینچوں کیا ہے۔تم کو منع بھی کیا ہے کیوں خواہ مخواہ بولے جاتے ہو۔کون آگئے کون آگئے۔(نقل اتارتے ہوئے) آگئے آگئے۔

ڈھینچوں؛ آپ کے ایک دوست۔دوست۔دوست۔دوست۔

شیخ: ہاں ملا نصر الدین وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے وہ مزدور چلا آرہا ہے۔جو آپ سے پہلے بھی مل چکا ہے۔

ملا: ارے ہاں۔ڈھینچوں نے دیکھ لیا۔ہم تو باتوں ہی میں لگے رہے۔

مزدور: السلام علیکم! ملا نصر الدین کیا حال ہے آپ کا؟ میں تو آپ کو دُکان پر دیکھنے چلا گیا۔

شیخ: کہو بھائی مزدور کیسے آنا ہوا؟؟ ہم تو ملا نصر الدین سے ملنے اور ان کی باتیں سننے کے

میں بھی اسی لیے آیا ہوں۔ ملا نصرالدین کی اتنی باتیں سنی ہیں کہ سوچا کہ ان سے کہوں
آج ہم کو بھی تو کوئی کمال دکھائیں۔

ملا: اہم۔اہم۔کمال۔کیسا۔کمال!

مزدور: ہاہاہاہاملانصرالدین آپ بڑے عالم ہیں نا۔

ملا: آ۔آ۔ہاں۔ہاں۔ہاں۔

مزدور: تو آپ اتنے عالم ہیں تو ہم کو بھی تو کوئی کمال دکھایئے نا!!

ملا: کمال! (گھبرا کر) ہاں۔ہاں۔دکھا سکتا ہوں۔

ڈھینچوں: گھبرایئے نہیں۔گھبرایئے نہیں۔نہیں۔نہیں۔

ملا: (چڑ کر) چپ کرو۔ڈھینچوں میں گھبرا نہیں رہا ہوں۔جی تو آپ بتایئے کیا کمال دیکھنا چاہتے ہیں آپ۔ہاں۔ہاں۔

(مزدور اور شیخ سوچنے لگتے ہیں)

شیخ: ملا نصرالدین اگر آپ اس سیب کے درخت کو جو کھڑا ہے اپنے پاس بلالیں تو ہم آپ کے قائل ہو جائیں گے۔

ملا: (زور سے ہنس کر) بس۔ہاہاہاہا۔میرا خیال ہے کچھ اور ذرا مشکل سی بات سوچ کر بتایئے۔

مزدور: اوہ۔یہ کوئی آسان بات تو نہیں ملا نصرالدین میرا خیال ہے کہ یہ بھی بہت بڑا کرشمہ ہوگا۔

شیخ: جی ہاں ملا نصرالدین۔بس آپ اس درخت کو یہاں بلادیں تو ہم آپ کے علم کے قائل ہو جائیں گے۔

ملا: اچھا اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو پھر لو...... مجبوری ہے۔(اہم۔اہم۔(بڑے رعب سے) اے سیب کے درخت یہاں آجا) (درخت کو کچھ بھی نہیں ہوتا)۔اے سیب کے

درخت...... یہاں آجا (ذرا قریب ہو کر) اے سیب کے درخت اچھا سمجھا...... (ملا اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس درخت کے پاس چلے جاتے ہیں)

(جلدی سے) ارے نصرالدین آپ اس درخت کے پاس کیوں جا رہے ہیں؟ یہ کیسے ملا نصرالدین۔آیئے۔اس درخت کو اپنے پاس بلایئے۔

(ہنس کر) ہاہاہا۔آپ لوگ اصل میں اس بات کو سمجھ نہیں رہے اس وقت یہ درخت بات نہیں مان رہا اور میرا امتحان لے رہا ہے۔عالموں میں تکبر بالکل نہیں ہوتا۔اگر یہ میرے پاس نہیں آتا تو میں اس کے پاس چلا جاتا ہوں۔ایک ہی بات ہے۔

مزدور: اچھا؟؟...... کمال ہے۔

ملا: آپ بھی ایسا ہی کیا کیجئے۔یوں تو مجھ میں مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اگر چاہوں تو...... اس درخت کو جڑ سے اٹھا کر پھینک سکتا ہوں۔

مزدور: (حیرت سے) ہائیں، لیکن آپ تو اب بزرگ ہو رہے ہیں۔

شیخ: ملا نصرالدین یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ جوانی میں آپ میں ضرور طاقت ہوگی لیکن اب اس عمر میں طاقت کم ہو جاتی ہے۔

ملا: (ہنس کر) ہاہاہا۔نہیں۔نہیں۔میں تو اس کا بھی امتحان کر چکا ہوں۔

ملا: مجھ میں اب بھی اتنی طاقت ہے جتنی جوانی میں تھی۔

شیخ: وہ کیسے؟

ملا: وہ ایسے کہ میرے گھر کے سامنے ایک بہت بڑا پتھر تھا، اس کو میں جوانی میں اٹھانے کی بہت کوشش کرتا، لیکن وہ پتھر نہ تھا ایک روز اس عمر میں میں نے پھر اس پتھر کو اٹھانے کی کوشش کی۔

مزدور: اچھا۔

شیخ: پھر کیا ہوا؟

ملا: بس۔وہ پتھر...... وہ پتھر...... پھر بھی نہ اٹھا۔اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ مجھ میں

Scanned with CamScanner

جتنی طاقت جوانی میں تھی اتنی اب ہے۔

ڈھینچوں: ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔ہا۔

ملا: چپ کرو ڈھینچوں۔ تم ہنستے کیوں ہو۔ دیکھو میں اس درخت کو کتنے زور سے ہلا سکتا ہوں۔

(ملا درخت کو ہلاتے ہیں۔ سر پر دو تین سیب گرتے ہیں)

وائے۔واہ۔وائے۔ارے۔چوٹ لگ گئی۔

Fast Music

Fade out

اناؤنسر: واہ بھئی واہ ملا نصر الدین نے بھی اپنی طاقت خوب آزمائی۔ بھلا درخت بھی کسی کے پاس چل کر آسکتے ہیں۔ اچھا بچو! اگلے بدھ کو پھر ملا نصر الدین سے ملیں گے۔اب خدا حافظ۔

فیڈ آؤٹ

ملا نصر الدین 17

کردار	آرٹسٹ
اناؤنسر	نسرین سعید
ملا نصر الدین	اختر عباس
تاجر	رشید عمر تھانوی
زمان	محمد صادق
خانم	یاسمین طاہر
	زارا مریم ڈیوڈ
	اے وحید
	سیدہ شاہجہاں
	امجد پرویز

اناؤنسر: آج ملانصرالدین اور تاجر کاروبار کے خیال سے باہر نکلے ہیں اور ایک باغ میں آپہنچے ہیں تا کہ اس باغ کے پھل خرید لیں۔ پھل تو بہت لوگ کھاتے ہیں اس لیے ان کو یہ خیال ہوا کہ کیوں نہ یہ تجارت بھی کر کے دیکھ لی جائے لیکن ملانصرالدین اب تک کافی دینار کما چکے ہیں اور آج کل انہیں منا اور اپنی بیوی بہت یاد آتے ہیں اس لیے معلوم نہیں وہ کتنی دیر اور یہاں ٹھہر سکیں گے۔ خیر دیکھئے آج ہوتا کیا ہے۔ ملانصرالدین اپنے دوست تاجر کے ساتھ ابھی ابھی باغ میں پہنچے ہیں اور آپس میں کچھ صلاح اور مشورہ کر رہے ہیں۔

آیئے ہم بھی دیکھیں۔

(پلٹی ہے)۔(پردہ اٹھتا ہے)(ملانصرالدین اور تاجر کھڑے نظر آتے ہیں)

تاجر: ملانصرالدین اللہ کے فضل و کرم سے ہمارا کاروبار اچھا خاصا چل نکلا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے تجربے سے آپ نے فائدہ اٹھایا ہے لیکن یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ آپ کی شہرت اور مزے مزے کی باتوں کی وجہ سے ہماری دُکان اس شہر میں بہت ہی مشہور ہوگئی۔

ملا: شکریہ شکریہ۔

تاجر: ہاں تو ملانصرالدین بات یہ ہے کہ اب ہم دونوں ایک نیا کاروبار شروع کرنے والے ہیں۔

ملا: ان شاءاللہ۔

تاجر: پھلوں کا کاروبار، تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بہت اچھا کاروبار ہے۔

ملا: ان شاءاللہ۔

تاجر: اور اس میں یہ بھی بہت اچھی بات ہے کہ آپ تازہ تازہ پھل لوگوں کو کھانے کے لئے بیچیں گے تو ان کو کھا کر ان کی صحت بھی بہت اچھی ہوگی۔

ملا: ان شاءاللہ۔

تاجر: سچ بات پوچھیں تو میں یہ کہوں گا ملا نصر الدین کہ جس کے پاس بھی تھوڑی بہت اچھی زمین ہو، اس کو پھلوں کا باغ ضرور لگا لینا چاہیے۔ اپنے باغ کا پھل کھائیں گے تو صحت اچھی ہوگی۔

ملا: ان شاءاللہ۔

تاجر: اگر بیچیں گے تو بہت سا فائدہ ہوگا۔

ملا: ان شاءاللہ......ان شاءاللہ۔

تاجر: ہاں تو ملا نصر الدین اصل میں میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ اب چونکہ ہم ایک نیا کاروبار شروع کر رہے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ہم پرانا حساب صاف کرلیں۔

ملا: ضرور کرلینا چاہیے بھائی تاجر۔

تاجر: آپ کو یاد ہوگا کہ جب ہم نے اکٹھے تجارت شروع کی تھی تو آپ نے مجھ سے سو دینار قرض لیے تھے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ دینار مجھ کو جلد از جلد لوٹا دیں۔

ملا: اہم۔اہم۔

تاجر: (ہنس کر) ہے ہے ہے لوٹا دیں گے!!

ملا: اہم۔اہم۔

تاجر: ہائیں اب آپ کیوں نہیں بولتے ان شاءاللہ؟؟

ملا: بات یہ ہے کہ ہر بات بغیر سوچے سمجھے نہیں کرنی چاہیے نا۔ اس لیے میں ذرا سوچ رہا ہوں، سمجھ رہا ہوں، جب سمجھ میں آجائے گی تو۔

تاجر: تو پھر آپ کہیں گے ان شاءاللہ۔

ملا: ان شاءاللہ۔

تاجر: ہاں تو اب میرا خیال ہے ملا نصر الدین کہ آپ یہاں بیٹھیں اور ذرا اچھی طرح سے باغ کے پھلوں کو دیکھیں کہ پھل کافی ہے یا نہیں اور میں جا کر باغ کے مالک سے سودا چکاتا

ہوں۔ ذرا خیال رکھئے کہیں اونگھ نہ جائیے گا۔ کوئی آپ کے پیسے ہی اٹھا کر نہ لے جائے۔

ملا: ارے نہیں۔ میں بہت خیال رکھوں گا۔ آپ فکر نہ کیجئے۔

تاجر: اچھا تو پھر میں جاتا ہوں۔ (چلا جاتا ہے)

ملا: (تنہا) آہاہاہاہاہا۔ کیسی اچھی ہوا چل رہی ہے۔ یہ ہوا پتہ نہیں کہاں سے چل کر آرہی ہے۔ اے ہوا۔ ارے!!! ادھر سے جھونکا آتا ہے۔ اور ادھر کو نکل جاتا ہے، اوئے! ارے!! ٹھہرو بابا تم سے ایک بات پوچھنی ہے۔ ارے یہ تو بتاؤ میرے گھر سے تو نہیں ہو کر آئے؟؟ کہیں خانم کو سلا کر تو نہیں آئے۔ اور منا کیا کر رہا تھا۔ ہے ہے۔ یہ تو کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ آآ (بیٹھ جاتا ہے) بڑی اچھی ہوا چل رہی ہے۔ ایسی ہوا میں خانم بڑے مزے مزے سے گایا کرتی تھی۔) (لیٹ جاتا ہے) (گاکر)

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی
مجھ کو نیند آگئی
مجھ کو......

(سوجاتا ہے اور خراٹے بھرتا ہے)

(فیڈ آؤٹ۔ خواب۔ خانم نظر آتی ہے۔)

خانم: (ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی، گنگنا رہی ہیں)

ارے ملا تو اتنے دن سے گئے ہوئے ہیں ابھی تک لوٹے ہی نہیں۔ بہت زیادہ تجارت کرنے لگے ہیں شاید لیکن بانت یہ ہیں کہ مجھ کو یاند بہت آتے ہیں۔ ملاں ہوتے تھیں تو کوئی نہ کوئی مزے کی بات ہوتی تھیں۔ ملا کو اب آجانا چاہیے۔

ارے اچھے اچھے ملاں
رہتے ہو اب تم کہاں

Scanned with CamScanner

تم نے بہت کما لیا ملاں

آ جاؤ...... ہنسیں میں اور منا

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔؟؟؟ ہوگیا۔ امی میں پاس ہوگیا۔ ابا آئیں گے تو ان کو بتاؤں گا۔ اب میں بڑا لائق ہوگیا۔ میں نے ابا سے وعدہ کیا تھا میں پاس ہو جاؤں گا۔ وہ آئیں گے تو بہت خوش ہوں گے۔

اچھا اچھا بچہ ہوں میں

نہیں عقل کا کچا ہوں میں

پڑھ لکھ کر لائق بنوں گا

وعدے کا تو پکا ہوں گا

اچھا اچھا بچہ ہوں میں...... اچھا اچھا

Music Loud

Face out

(کیمرہ خراٹے بھرتے ہوئے ملا پر جاتا ہے۔ ملا ایک دم ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھتے ہیں)

ملا: ارے ارے ٹھہرو منے۔ کہاں جاتے ہو؟ ہاہاہا میرا یہ منا کہاں گیا!!! اور خانم (آواز دے کر)

خانم: ہائیں یہ میں خواب دیکھ رہا تھا۔ اوہ میں تو باغ میں لیٹا ہوں۔ میں سو گیا تھا۔ ہوں کیا سچ مچ منا پاس ہوگیا ہے؟ مجھ کو گھر چلنا چاہیے۔ بہت دن ہوگئے باہر نکلے ہوئے۔

تاجر: (واپس آتے ہوئے) ہاں تو ملا نصر الدین میں نے باغ کے مالک سے بات چیت تو کر لی ہے اور میرا خیال ہے یہ سودا بہت اچھا ہو جائے گا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ہم آپس کا حساب بھی صاف کر ہی لیں۔

ملا: افوہ آپ کو تو وہ حساب بھولتا ہی نہیں ہے۔ بار بار اس کی بات کرتے ہیں۔ میرا دل

اداس ہو رہا ہے۔

تاجر: اس میں اداس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں ابھی آپ کو حساب سمجھائے دیتا ہوں۔

ملا: اونہہ۔

تاجر: سنئے۔ آپ نے مجھ سے کل سو دینار قرض کے طور پر لیے اور وہ قرض لے کر آپ میرے ساتھ تجارت میں شامل ہوگئے تھے۔ اب ماشاءاللہ آپ نے اور میں نے مل کر کافی کما لیا ہے اور آپ کے پاس اپنے دینار اتنے کافی ہوگئے ہیں کہ آپ آسانی سے......

ملا: اوہو کیا مشکل ہے۔ حساب کے پیچھے پڑے ہو۔ ابھی صاف ہوا جاتا ہے یہ حساب۔ مجھے آپ کے کتنے دینار دینے ہیں؟

تاجر: سو دینار۔

ملا: بہت اچھا پچاس دینار میں آج شام کو ادا کروں گا باقی کتنے رہ گئے۔

تاجر: پچاس دینار۔

ملا: تیس دینار میں تم کو کل ادا کر دوں گا اور پندرہ دینار پرسوں دے دوں گا۔ اب باقی کتنے رہ گئے۔

تاجر: پانچ دینار۔

ملا: بس۔ یار کمال ہے پانچ دینار کے لیے تم اتنے پریشان ہو رہے ہو؟ واہ واہ چھوڑو۔ وہ تو میں تمہیں کسی وقت بھی دے سکتا ہوں۔ چلو۔ چلو۔ دکان پر چلیں۔

تاجر: ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ ملا نصر الدین ہاہاہاہا۔ مجھ سے تو ایسا مذاق نہیں ہوگا۔ ہاں میں تو تاجر ہوں۔ ہاں۔ بغیر پیسے لیے...... چھوڑوں گا نہیں۔

ملا: چھوڑنے کو کون کہہ رہا ہے۔ چلو کر دیتا ہوں حساب۔ اب میرا دل بھی اداس ہوگیا ہے۔ میں خانم اور زمان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

تاجر: ہائیں...... آپ واپس جانا چاہتے ہیں؟؟

Scanned with CamScanner

ملا: ہاں بھائی۔اب میں گھر جانا چاہتا ہوں۔مجھ کو خانم اور زمان یاد کرتے ہوں گے۔بس اب تم مجھ کو چل کر ایک اچھی سی دیگچی دلوا دینا!

تاجر: (حیرت سے) دیگچی۔

ملا: ہاں اور ایک پلنگ بھی۔

تاجر: ہائیں......پلنگ بھی۔

ملا: ہاں اور زمان کے لئے ایک کتاب اور کھلونے بھی۔بس چلو۔ارے چلو نا۔ چلتے کیوں نہیں ہو۔جلدی کرو۔میں ابھی تیاری کرنا چاہتا ہوں اب میں پھر سفر کروں گا اور گھر کی طرف جاؤں چلو بھئی چلو۔سیر وفی الارض، سیر وفی الارض، سیر وفی الارض......

فیڈ آؤٹ

اناؤنسر: ملا نصر الدین نے تو اب واپسی کی ٹھان لی ہے۔ان کو خانم اور منا یاد آرہے ہیں اور ہاں بھئی شاید منا امتحان میں بھی تو پاس ہو گیا ہے نا! آپ بھی خوب دل لگا کر پڑھا کریں۔ پھر آپ بہت لائق ہو جائیں گے اور بڑے بڑے کام کیا کریں گے۔ٹھیک ہے؟؟ اچھا چلئے اب چلیں اور اپنے کام کریں۔اگلے بدھ کو پھر ملیں گے۔

خدا حافظ۔

ملا نصر الدین 19

کردار	آرٹسٹ
اناؤنسر	نسرین سعید
ملا نصر الدین	اختر عباس
خانم	یاسمین طاہر
زمان	محمد صداق
حکیم	نعیم طاہر

اناؤنسر: ابھی تھوڑی دیر ہوئی، میں نے ملا نصر الدین کو گھر کی جانب جاتے دیکھا تھا۔ انہوں نے ڈھینچوں کی پیٹھ پر ایک پلنگ اور تکیہ اور زمان کے لیے کھلونے لادے ہوئے تھے اور ڈھینچوں بے چارہ کہہ رہا تھا ملا نصر الدین میں بہت تھک گیا ہوں ذرا آرام کر لیں لیکن ملا نصر الدین کچھ سن ہی نہیں رہے تھے۔ کہتے تھے فوراً چلو گھر پہنچ جائیں گے۔

(عقب میں ملا نصر الدین کی آواز مدھم مدھم آتی رہتی ہے۔ وہ قرأت سے پڑھ رہے ہیں)

ملا: سیروفی الارض، سیروفی الارض۔

اناؤنسر: یہ آپ ان کی آواز سن رہے ہیں نا۔ میرا خیال ہے اب وہ گھر پہنچ چکے ہیں۔ ان کی آواز اب نہیں آ رہی۔ آپ بھی تو ان سے ملنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ دیکھیں وہ کیا کیا لائے ہیں۔ بہت دن باہر رہے ہیں نا۔ اس لیے سب ان کے منتظر ہوں گے۔ آیئے ہم بھی دیکھیں۔

(پردہ اٹھتا ہے)۔

(ملا نصر الدین کھڑے ہیں۔ ایک طرف پلنگ پڑا ہے جس پر تکیہ ہے اور بستر بھی ہے۔ کچھ کھلونے پڑے ہیں۔ ایک طرف روپوں کی تھیلی پڑی ہے)۔

اناؤنسر: ارے ملا آپ اکیلے کھڑے ہیں یہاں۔

ملا: شش شش۔ میں چپکے سے اندر آ گیا ہوں تاکہ سب سامان یہاں رکھ دوں اور خانم اور منا اپنی چیزیں دیکھیں تو حیران رہ جائیں گے۔

اناؤنسر: اچھا آپ ان کو حیران کرنا چاہتے ہیں۔

ملا: ہم کو زیادہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ وہ لوگ سن لیں گے۔ دیکھئے اب میں ان کو یہ بلاتا ہوں۔

(اناؤنسر ایک طرف ہٹ جاتی ہے ملا زور زور سے قرأت سے

سیر وفی الارض۔

زمان: (دور سے چلاتے ہوئے) امی۔امی۔امی۔ابا آگئے۔آگئے۔ابا۔ابا

خانم: (دور سے) ارے کہاں کہاں۔کہاں ہیں ملا نصر الدین۔تم بھی تو خواب نہیں دیکھنے لگے۔

زمان: نہیں نہیں میں نے ابھی ابھی ان کی آواز سنی ہے۔وہ وہ کہا کرتے ہیں نا......"سیر وفی الارض" وہی۔چلو چلو امی ابا کو دیکھیں۔

خانم: (اندر آتے ہوئے) ارے ملاں۔ارے ملاں۔تم تو سچ مچ آن گئیں۔(اس سے ملتی ہے۔ٹی وی کا سنسر جس صورت اجازت دے ان پتلوں کو ملوا دیا جائے) ہم تو تمہارے بغیر اداس ہو گئے ملاں۔

زمان: ابا۔ابا۔میں تو آپ کو بہت ہی یاد کرتا تھا۔(یہ پتلے بھی ملوا دیں)

ملا: اچھا بیٹے۔میں بھی تم دونوں کے لیے بہت اداس ہو گیا تھا۔

خانم: ارے میری تو نیند ہی اڑ گئیں۔میں تو کوئی پانچ پانچ منٹ ہر روز کم سوئی ہوں گیں۔

ملا: اور میں نے تو تم دونوں کو خواب میں دیکھا تھا جس کے بعد میں نے بالکل فیصلہ کر لیا کہ میں فوراً گھر چلا جاؤں گا۔

زمان: آپ نے مجھ کو بھی خواب میں دیکھا تھا۔ہیں ابا۔

ملا: ہاں بیٹا۔میں ایک دوست کے ساتھ تجارت کرنے کے لیے جا رہا تھا تا کہ میرے پاس بہت سے دینار اکٹھے ہو جائیں۔ایک جنگل کے پاس میں سو گیا وہاں میں نے تم دونوں کو خواب میں دیکھا تم گانا گا رہی تھیں خانم۔

خانم: اچھا۔کون سا گانا؟

ملا: وہ جو تم گایا کرتی ہو۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی۔

خانم: ارے ہاں۔اوں گاناں تو میں اتناں اچھا گاتیں ہوں کہ جواب نہیں۔لو سنو۔(گا کر) ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی، مجھ کو نیند آ گئی......اوہو۔ہوں۔ہوں۔(اونگھنے لگتی ہے)

زمان: ارے ٹھہرئے ٹھہرئے۔امی۔ابھی نہ سوئیے پلیز۔ذرا اٹھئے۔ابھی باقی باتیں بھی سنی ہیں ابا سے۔

خانم: (جاگتے ہوئے) اچھا اچھا۔پھر کیا ہوا ملاں۔

ملا: بس میں نے تم کو خواب میں دیکھا تو میں نے فوراً فیصلہ کر لیا کہ اب میں گھر جاؤں گا۔

زمان: پھر کیا ہوا ابا۔

ملا: پھر کچھ نہیں۔ارے ہاں۔پھر میں ڈاکوؤں سے خوب لڑا۔ایسے ایسے۔(ملا دیوانہ وار پینترے بدل رہے ہیں) یوں (مکہ مار کر) ایسے (ہاتھ ملا کر) پھر یوں۔

خانم: (پریشان ہو کر) ارے ارے ارے ملاں۔ذرا سنبھل کر کہیں گر ہی نہ پڑنا۔چوٹ آ جائیں گیں۔

ملا: اہم۔اہم۔تم ٹھیک ہی کہتی ہو۔وہ اصل میں میں تجارت میں بہت سا روپیہ کما چکا تھا۔میں نے کہا کہ وہ ڈاکو کہیں مجھے لوٹ نہ لیں۔اس لیے زور زور سے کے چلا رہا تھا۔

زمان: ابا آپ کے پاس اب بہت سا روپیہ ہے۔تو وہ پھر مجھے کچھ انعام دیجئے۔میں نے آپ کے جانے کے بعد سبق کی ایک کتاب ختم کر لی ہے۔

ملا: اچھا شاباش۔مانگو کیا مانگتے ہو۔جو چیز مانگو گے، دوں گا۔

زمان: (حیران ہو کر) اچھا۔آپ واقعی مجھے انعام دیں گے۔ابا ابا۔مجھے پندرہ منٹ دے دیجئے میں ابھی آتا ہوں۔

ملا: مہلت؟ اچھا دے دی۔

زمان: (جاتے ہوئے) ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔ٹیوں۔(فیڈ آؤٹ)

ملا: خانم اب تو میں نے سوچ لیا ہے کہ تم کو اور زمان کو ساتھ لے کر سفر پر نکلوں گا۔بس ہاں۔

خانم: ارے ہم کو بھی لے جاؤ گے ملاں۔

ملا: ہاں اب تو سب چلیں گے۔ہوائی جہاز میں بیٹھ کر بہت جلد۔

Scanned with CamScanner

خانم: اچھا کہاں چلیں گے ملاں۔

ملا: ہم چلیں گے۔ پاکستان جائیں گے۔ وہاں لاہور دیکھیں گے۔ بچوں سے ملیں گے۔

خانم: (تالی بجا کر) ہاں۔ ہاں۔ ضرور۔ ضرور۔

زمان: (آتے ہوئے) میں ڈھینچوں سے مل آیا ہوں۔ اب آپ مجھ کو دس دینار دیجیے۔

ملا: ہائیں۔ چلو بھاگو زمان تم نے پندرہ منٹ مانگے تھے تو میں نے دے دیے۔ اب اور کیا مانگتے ہو۔ جاؤ موج کرو۔

(باہر سے دستک کی آواز آتی ہے)

ملا: ہائیں۔ یہ کون آ گیا۔ کون ہے بھائی؟

حکیم: میں ہوں۔ حکیم الحکماء (کھانستے ہوئے)

ملا: اوہ ارے حکیم صاحب آ گئے ہیں۔ قیامت خیز۔ ارے خانم حکیم صاحب ہم سے ملنے آئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اب غصہ بالکل اتر چکا ہے۔ (آواز دے کر) آ جائیے حکیم صاحب آ جائیے۔

حکیم: (آتے ہوئے) السلام علیکم!

کیا حال ہے۔ بڑی مدت بعد تم کو دیکھا۔ کہو سفر خیریت سے تو گزرا۔

ملا: جی ہاں حکیم صاحب! سفر تو بہت فائدہ مند تھا اور بہت اچھا گزرا۔

کہیے آپ کا کیا حال ہے؟

حکیم: (ہنس کر) میرا کیا پوچھتے ہو۔ ملا نصر الدین ہم تو آپ کی باتیں سننے کے لیے آئے ہیں کہ کوئی دانشمند ملے، کوئی بے وقوف ملے آپ کو۔

(ذرا سوچ کر) ہاں ہاں۔ ایک بہت بیوقوف آدمی دیکھا میں نے۔ بہت ہی بے وقوف)

خانم: اچھا۔ کیا کیا اس نے ملاں؟

اس شہر میں ایک آدمی نے گھر میں دروازہ بنوانے کے لیے ایک بڑھئی کو بلوایا۔ بڑھئی تو

لے گیا لیکن ناپنے کا سامان گھر بھول آیا۔

حکیم: (ہنستے ہوئے) اچھا؟ پھر!

ملا: اس نے بہت کہا کہ جاؤ گھر سے لے آؤ لیکن وہ نہ مانا۔ کہنے لگا میں یوں ہی کام چلا لوں گا۔ بس اس نے اندازہ لگانے کے لیے اپنے ہاتھ یوں اے۔ اس طرح پھیلائے اور بازار میں پہنچ کر بھی کوئی پرواہ نہ کی سیدھا سر اٹھائے اور بازو پھیلائے چلتا رہا۔ اس طرح یوں ہی اپنے بازوؤں کو دیکھتا تھا کہ کہیں اندازہ غلط نہ ہو جائے۔ اس طرح جا رہا تھا کہ

حکیم: ہاں ہاں بتاؤ نا ملا نصر الدین۔

ملا: بس اسی طرح کنویں میں گر پڑا۔

حکیم: ہائیں عجیب بیوقوف تھا۔

ملا: آگے تو سنیے۔ لوگوں نے نکالنے کے رسی پھینکی تو کہتا ہے میں اس کو نہیں پکڑ سکتا۔ دروازوں کا اندازہ غلط ہو جائے گا۔

(دونوں ہنستے ہیں)۔

حکیم: (ہنستے ہوئے) عجیب احمق آدمی تھا وہ۔ اچھا اندازہ لیا کہ کنویں میں ہی گر پڑا۔ اچھا تو یہ تو بتائیے کہ آپ نے بھی کسی کو کوئی اچھی رائے دی۔

ملا: ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ میں نے بچوں کو ایک بہت اچھی رائے دی۔

حکیم: وہ کیا؟ ملا جی؟

ملا: ایک دن میں بازار میں سے گزر رہا تھا کہ میں نے بہت سے بچے ایک حوض کے کنارے بیٹھے دیکھے۔

حکیم: اچھا۔ پھر۔

ملا: میں نے دیکھا کہ وہ حوض میں سے ایک لکڑی ڈال کر کچھ نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حکیم: حوض میں سے وہ کیا نکال رہے تھے؟

ملا: ایک پیسہ گر گیا تھا۔

زمان: اوہو۔ تو پھر آپ نے کیا ترکیب بتائی ابا۔

خانم: ارے منے تم غور سے سنوں۔ کہیں تمہارا پیسہ گر جائیں تو کام آئے گا۔

ملا: میں نے ان سے کہا کہ بچو سوکھی لکڑی سے پیسہ چپک کر نہیں نکل سکتا۔ تم لکڑی کو آگے سے گوند لگا کر حوض میں ڈالو۔ دیکھا حکیم صاحب! کیسی بات بتائی میں نے۔

حکیم: اہم۔ اہم۔ تو پیسہ تو مشکل ہی نکلا ہوگا۔ حوض میں ڈالتے ہی گوند تو دھل گئی ہوگی۔

ملا: (کھسیانے ہو کر) یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ حکیم صاحب آپ باتوں باتوں میں گڑبڑ کر دیتے ہیں۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔

زمان: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

خانم: ارے چپ کرو منے۔ ابا بات کر رہے ہیں۔

زمان: ابا مجھے پیاس لگ رہی ہے۔ میں ذرا پانی پینے جا رہا ہوں۔ شیشے کے گلاس میں جو آپ لائے ہیں۔

ملا: ادھر آؤ زمان۔ ہاں آؤ میرے پاس۔ (اس کو ایک طمانچہ مارتے ہیں۔)

حکیم: ہائیں ہائیں ملا۔ منے کو کیوں مار رہے ہو۔

ملا: ہاہاہا۔ تم لوگ نہیں سمجھے۔ یہ تو میری عقلمندی ہے۔ میں نے اس لیے مارا ہے یہ کہیں شیشے کا گلاس توڑ نہ دے۔

حکیم: ارے تو اس نے توڑا تو نہیں جو آپ مار رہے ہیں؟

ملا: اگر توڑ دیا تو پھر مارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ حکیم صاحب میں نے پہلے ہی مار دیا تا کہ وہ گلاس نہ توڑے۔ سمجھے ہے نا عقلمندی۔

(زمان اوں اوں کرتا ہوا جاتا ہے)

حکیم: اچھا ملا نصر الدین آپ نے بہت تجارت کی سفر میں؟

ملا: ہاں بہت تجارت کی میں نے۔

حکیم: خوب پیسے کمائے۔

ملا: ہاں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے۔

حکیم: تو ملا نصر الدین اب تو آپ امیر آدمی ہو گئے ہوں۔

ملا: کیوں آپ کیوں پوچھتے ہیں حکیم صاحب۔ اب میں خود ہی آپ کو کچھ پیسے مرغیوں وغیرہ کے علاج کے دے دوں گا۔

حکیم: اچھا؟؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ واہ واہ۔ اب تو میں خود بھی سوچتا ہوں کہ کچھ تجارت کرلوں۔ آپ سے پھر مشورہ لینے کے لیے آؤں گا۔ لائیے مجھ کو پیسے دے دیجیے، میں چلتا ہوں۔

ملا: خانم اپنا یہ پلنگ دیکھو میں ابھی حکیم صاحب کو پیسے دے کر آؤں گا تم کو پسند ہے نا۔ پلنگ۔

خانم: ارے اتنا اچھا پلنگ ہے ملاں کہ میں کیا بتاؤں۔ تم تو بہت ہی اچھے ہو۔ (گاتی ہے) اچھے اچھے سب یہاں سب لوگ اچھے ہیں۔

ملا: اچھا خانم میں ابھی آتا ہوں۔ سو نہ جانا۔ ابھی آتا ہوں۔ میں۔

(اناؤنسر داخل ہوتی ہے)

اناؤنسر: ارے ارے خانم سوئیے گا نہیں۔ ابھی تو ملا نصر الدین آ کر آپ کو سفر کے حالات بتائیں گے۔

خانم: آں ہاں۔ کوشش تو کر رہی ہوں۔ لیکن یہ پلنگ تو بہت ہی اچھا ہیں۔ خیر میں اتنے میں بیٹھ کر گاتی ہوں۔ اوں ہوں۔ ہوں ہوں۔

(گنگنا رہی ہے کہ پردہ گرتا ہے)

اناؤنسر: لیجیے ملا نصر الدین۔ اب گھر پہنچ گئے لیکن ابھی تو اور بھی سفر کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں پاکستان بھی آئیں گے اور آپ سب بچوں سے ملیں گے بھی دیکھیے اگلے بدھ کو کیا پروگرام بناتے ہیں۔ اچھا تو اس وقت تک خدا حافظ۔

Scanned with CamScanner

ملا نصرالدین 20

کردار	آرٹسٹ
اناؤنسر	
ملا نصرالدین	
خانم	یاسمین طاہر
قاضی	
زمان	
حکیم	
ڈھینچوں	

Scanned with CamScanner

اناؤنسر: آپ کو یاد ہے بچو! ملا نصر الدین کے ایک دوست پاکستان میں بھی ہیں۔ اور ان کو انہوں نے ایک خط سفر میں سے لکھا تھا۔ ان کے اس دوست کا نام ہے غازی خاں۔ ایک دو روز ہوئے ملا نصر الدین کو غازی خاں کا خط آیا۔ اس خط میں انہوں نے ملا نصر الدین کا اس بات پر بہت بہت شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے 14 اگست کو یعنی پاکستان کے آزادی کے دن پر مبارکباد کا خط لکھا لیکن اور بات بھی غازی خاں نے لکھی وہ یہ ہے کہ انہوں نے ملا نصر الدین کو پاکستان آنے کی دعوت دی اور کہا کہ وہ کچھ دن پاکستان آ کر ان کے پاس رہیں۔ یہ دعوت پا کر ملا نصر الدین بہ خوش ہوئے تھے۔ آیئے دیکھیں وہ کیا کر رہے ہیں۔

(پردہ ملا نصر الدین پر اٹھتا ہے)۔

(ملا نصر الدین ایک خط پڑھ رہے ہیں اور بہت خوش ہیں۔)

ملا: (خط پڑھتے ہوئے) ہاہا...... ہوہوہو...... واہ واہ واہ............ واہ واہ واہ واہ۔ (وقفہ) ضرور ضرور ضرور...... شاباش...... شاباش...... مارنا ہی چاہیے تھا۔ (بہت جوش آ چکا ہے) ہاں۔ خوب زور سے مارنا چاہیے تھا...... ایسے ایسے...... (اتنی زور سے مارتے ہیں کہ خود گر پڑتے ہیں۔ پھر کھسیانے ہو کر اٹھتے ہیں۔)

اہم اہم...... (اپنے آپ سے) میں تو ذرا زیادہ ہی جوش میں آ گیا۔ اہم اہم۔ ہاں تو کیا لکھا ہے میرے دوست غازی خاں نے۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔ ضرور۔ ضرور۔ جانا چاہیے، ہم جائیں گے پاکستان۔ ضرور۔ ضرور۔

سیر وفی الارض۔ سیر وفی الارض۔ سیر وفی الارض۔ سیر وفی الارض۔

خانم: ارے ملاں۔ ملاں۔ ملاں۔ کیا کر رہے ہوں۔ اب گھر میں سیر وفی الارض کرنے لگے۔ (اندر آ جاتی ہے) ملاں تم تھوڑے دن تو پہلے لوٹے ہو پھر سے یہ (رونی آوازیں) سیر وفی الارض۔ شروع ہو گیا۔

ملا: ارے خانم۔ سنو تو سہی۔ غازی خان صاحب نے کیا لکھا ہے۔ لکھتے ہیں ملا نصر الدین آپ کے خط سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی۔ اچھا خانم اور لکھتے ہیں آپ تو ہمارے دوست ملک ترکی کے رہنے والے ہیں اور میرے بھی بہت دوست ہیں اس لیے بہت جی چاہتا ہے کہ آپ پاکستان میں آئیں اور ہم سے ملیں۔ ہم سب آپ کو ملنا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کو پاکستان کی خوب سیر کرائیں گے اور وہ جگہیں بھی دکھائیں گے جہاں ہم نے جنگ لڑی تھی اور جہاں سے دشمن کو مار کر بھگایا تھا۔ (خانم سے) اوہو سنا تم نے خانم۔ ہم کو وہ جگہیں دکھائیں گے جہاں انہوں نے دشمن سے لڑائی لڑی اور اس کو مار کر بھگایا۔ اوہو خانم ہم کو تو ضرور جانا چاہیے۔

خانم: ہاں......لیکن......تم......

ملا: اور سنو سنو......آگے کیا لکھا ہے! واہ بھئی واہ......

قیامت خیز۔ بولتے ہیں کہ آپ خانم اور زمان کو بھی ضرور ساتھ لے کر آئیے۔

اوہو......ہو......ہو۔

خانم: ارے سمجھیں اور منے کو بھی بلاں رہے ہیں اچھاں؟؟ پھر تو چلنا ہی چاہئیں......آ......

لیکن......یہ تو بتائیں ملاں کہ اتنے خرچ کا اور اس گھر کا انتظام کیا ہوگا۔

ملا: ارے خانم تم کیوں فکر کرتی ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تجارت میں کافی کمالیا ہے۔ اب تو ہم سب ایک ساتھ جا سکتے ہیں۔ میں نے تو چاہتا ہی تھا کہ اب ہم سب اکٹھے سفر پر نکلیں۔ ہاں اور پھر سفر میں تو تجارت بھی ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ ہاں گھبراتی کیوں ہو۔

خانم: ہاں ہاں یہ تو بہت اچھی بانت ہے۔ میں بھی پاکستان جانا تو چاہتی ہوں لیکن ملا اس گھر کا کیا ہوں گا اور اس میں جو سامان ہے، میرا اچھا اچھا پلنگ ہیں اور تکیہ ہیں اور یہاں ہمارا ڈھینچوں بھی تو ہیں......ان سب کا خیال کون رکھیں گا۔

ملا: ہاہاہاہاہا۔۔ ارے خانم تم تو جانتی ہو میں تو عقل مند ہوں۔ ان چیزوں کا انتظام کیے

بغیر تھوڑا ہی جاؤں گا۔ میں نے سب سوچ لیا ہے۔ تم ایسا کرو ایک دعوت کا انتظام کرو۔

خانم: ہائیں دعوت؟ کیسی دعوت ملاں نصر الدین؟

ملا: ہاں ہاں دعوت۔ بہت شاندار دعوت۔ میں اس میں قاضی صاحب کو بھی بلاؤں گا اور حکیم صاحب کو بھی اور بس ان کے سامنے میں اپنی تجویز بتاؤں گا۔ اب تم دعوت کا انتظام کرلو خانم۔

خانم: آئیں ہائیں ملاں۔ آج تو میں پھر بالکل بھی نہیں سوں سکوں گیں۔ آئیں ہائیں مجھے توں خیال ہی سے تھکان ہونے لگی۔

ملا: ارے ارے خانم کہیں لیٹ نہ جانا ابھی سو جاؤ گی۔ چلو چلو تیاری کرو۔

خانم: اچھاں اچھاں بابا اچھاں۔ تو کیا پکاؤں میں؟

ملا: ارے کیا پوچھتی ہو خانم۔ پراٹھے پکاؤ، پراٹھے۔ اور پلاؤ پلاؤ......اور زردہ وہاں۔ اور مرغ......مرغ واہ واہ اور فیرنی اور......

خانم: اچھاں اچھاں بس کروں اتنا ہی بہت ہے۔

ملا: جاؤ تم جلدی سے دعوت کا انتظام کرو۔ میں قاضی صاحب اور حکیم صاحب کو بلا کر لاتا ہوں۔ جاؤ۔ (جاتے ہوئے) اور سونا نہیں کہیں مرغی جل ہی جائے۔

خانم: نہیں بابا۔ نہیں۔ تم کو مرغی کا اتنا شوق ہے کہ کیا بتاؤں اور دیکھو تم پکی ہوئی مرغی میں سے پہلے ہی ٹانگ اٹھا کر نہ کھا لینا۔ مہمانوں کے لیے رہنے دینا۔

ملا: مہمانوں کو ٹانگ کھلانا کیا ضروری ہے؟

خانم: خبردار جو پہلے سے کچھ کھایا۔ بُری بات ہے۔

ملا: خانم جاؤ تم پکاؤ تو سہی۔ میں ابھی بلا کر لاتا ہوں۔ جاؤ جاؤ۔ جلدی جلدی زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔

(فیڈ آؤٹ)

Scanned with CamScanner

(فیڈ اِن)

(ملاں نصر الدین اور خانم کلوز اپ میں ہیں۔ پیچھے سے قاضی اور حکیم کی آواز آتی ہے۔)

قاضی: واہ واہ ملا نصر الدین کھانا تو بہت ہی لذیذ تھا۔ آپ نے تو بہت ہی تکلف کیا۔

حکیم: ہاں لیکن مرغ کی ایک ٹانگ کا قصہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی ایک ٹانگ کہاں غائب ہوگئی۔

خانم: (دبی آواز میں) ارے ملاں تم کھا گئے ٹانگ مرغے کی۔ چھی چھی چھی۔ کیسی بُری بات ہے۔

ملا: شی شی...... ارے کیوں بولتی ہو خانم۔ میں نے بہت ہی سمجھایا اپنے آپ کو لیکن تم پکاتی اس قدر اچھا ہو کہ مجھ سے رہا ہی نہیں گیا، سچ کہتا ہوں تم تو بہت ہی اچھا پکاتی ہو۔

خانم: (خوش ہو کر) ہی ہی ہی۔ اچھا چلو چھوڑوں جانے دوں۔

قاضی: ہاں تو ملا نصر الدین آپ نے خوب سفر کی ٹھانی ہے۔ ہم سب کو تو آپ بہت یاد آئیں گے۔

ملا: قاضی صاحب میں چاہتا ہوں کہ اپنے بہت اچھے دوست غازی خاں سے پاکستان جا کر مل لوں اور پاکستان کو خوب گھوم پھر کر دیکھوں۔ اسی لیے میں نے آج آپ کو بھی اپنے گھر آنے کی دعوت دی کہ آپ کے مشورے سے اپنے گھر کو کسی دوست کے حوالے کر جاؤں، جو اس گھر کی حفاظت کرے۔ اگر آپ بھی اس بات کو ٹھیک سمجھیں تو میں چاہتا ہوں کہ میں اپنا گھر واپس آنے تک حکیم صاحب کے حوالے کر دوں۔

حکیم: ہائیں؟؟ ملا نصر الدین یہ تو بہت بڑی ذمہ داری آپ مجھ پر ڈال رہے ہیں۔ میں اس گھر کو کیسے سنبھال سکتا ہوں۔ آپ یہ کسی اور کو دے دیجئے۔ مجھے رہنے ہی دیجئے۔ ہاں ہاں۔

قاضی: حکیم صاحب دیکھئے آپ انکار نہ کیجئے۔ ملا نصر الدین پاکستان جا رہے ہیں، ان کی مدد

کیجئے۔

حکیم: (سوچ کر اچھا! ہوں ہوں...... (مرغی کے بولنے کی آواز آتی ہے) وہ...... اوہ نہیں نہیں۔ بالکل نہیں۔ اس گھر میں مرغیاں بہت زیادہ ہیں۔ میں ان کو کیسے سنبھالوں گا۔ نہیں۔

ملا: اچھا تو حکیم صاحب یہ تمام مرغیاں میں نے آپ کو دیں۔ اب ٹھیک ہے! یہ سب اپنی سمجھئے۔

حکیم: ہائیں۔

قاضی: واہ واہ حکیم صاحب ملا نصر الدین تو بہت فیاض ہو گئے ہیں۔ اب تو آپ کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

حکیم: اچھا اگر آپ کہتے ہیں تو میں مان لیتا......

(ڈھینچوں کی آواز سنائی دیتی ہے)۔

ہائیں۔ اوہ۔ نہیں نہیں۔ یہاں ڈھینچوں بھی ہوگا۔ وہ تو بہت شور مچاتا ہے۔ میں اس کا خیال کیسے رکھ سکتا ہوں۔ نہیں قاضی صاحب نہیں۔

ملا: اوہو...... ڈھینچوں کو تو میں ساتھ بھی نہیں لے جا سکتا۔

تو پھر...... (سوچ کر) حکیم صاحب فیس بھی اکثر مانگتے رہتے ہیں۔ میرا خیال کہ ڈھینچوں بھی ان کو ہی دے دیں گے۔ (رونی آواز میں) اچھا تو حکیم صاحب چلئے یوں کیجئے کہ آپ کے سب علاجوں کے بدلے میں ڈھینچوں آپ ہی کو دے دیتا ہوں۔

حکیم: (خوش ہو کر) اچھا۔ واہ واہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بس پھر میں اس گھر کا خیال رکھوں گا۔

خانم: ملاں جی لیکن اگر واپس آ کر منے نے ڈھینچوں واپس لینا چاہا تو پھر کیا کرو گے؟

ملا: ہائیں۔ ہاں ٹھیک کہتی ہو خانم۔ ماشاء اللہ تم تو بہت عقل مند ہو گئی ہو۔ حکیم صاحب ڈھینچوں کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔

Scanned with CamScanner

اناؤنسر: آپ کو یاد ہے نا ملا نصر الدین پچھلی مرتبہ ترکی سے پاکستان روانہ ہونے والے تھے۔ انہوں نے اپنا گھر اور ڈھینچوں حکیم صاحب کے حوالے کر دیا تھا۔ اس انتظام کے بعد ملا نصر الدین واقعی روانہ ہو گئے اور آج وہ کراچی کے ہوائی اڈے پر پہنچ چکے ہیں۔ ان کے ساتھ خانم اور منا بھی آ چکے ہیں۔ آیئے ہم بھی دیکھیں یہ لوگ ہوائی اڈے پر بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔

(پردہ اٹھتا ہے)

(کیمرہ ملا کو فوکس کرتا ہے)

زمان: کیوں کیوں کیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں ٹیوں۔

ملا: اوہو تم چپ بھی کرو زمان۔ ہم ترکی سے پاکستان آ گئے ہیں، لیکن تم پھر بھی ٹیوں ٹیوں کیے جاتے ہو۔ کیا بات ہے؟

زمان: آہا میں پاکستان آ گیا ہوں۔ اب مجھ کو پاکستان کی کچھ باتیں بھی تو بتایئے؟

خانم: آں۔ آں۔ پاکستان کی باتیں تو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں میں بتا سکتی ہوں۔

ملا: ارے واہ واہ خانم یہ تو تم نے خوب کہا۔ اصل میں ٹھیک تم کو میں بتا سکتا ہوں۔ میں تو پاکستان کے بارے میں خوب پڑھتا رہتا ہوں اور غازی خان بھی مجھ کو خط لکھتا رہتا ہے۔ اچھی طرح سے تو میں جانتا ہوں۔

خانم: ملاں لیکن تم تو کام میں لگیں رہتے ہوں۔ اصل میں اطمینان سے تو میں کتابیں پڑھتی ہوں۔

زمان: توبہ توبہ۔ آپ لوگ تو آپس میں ہی باتیں کیے جاتے ہیں۔ مجھ کو تو کوئی کچھ بتا تا ہی نہیں ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔

ملا: تو میں بتا تا ہوں۔ پاکستان 14 اگست سن انیس سو سینتالیس میں بنا تھا۔ سمجھے۔ پہلے یہ

سارا ملک ہندوستان کہلاتا تھا......

خانم: (جلدی سے) ہاں تو ہندوستان کے دو حصے کر دیئے گئے اور مسلمانوں نے اپنا علیحدہ ملک بنالیا۔ اس ملک کا نام پاکستان رکھا گیا۔

ملا: (جلدی سے) پاکستان کے دو حصے ہیں۔ ایک مشرقی اور ایک مغربی۔ ہم اس وقت مغربی پاکستان میں ہیں۔

زمان: ذرا آہستہ آہستہ بتایئے۔ میری سمجھ میں تو آئے کچھ۔

خانم: دیکھاں ناں۔ تمہاری بات منے کی سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی ہے۔ میں بتاتی ہوں۔ ہاں تو یہ جو دونوں حصے ہیں نا پاکستان کے، یہ مل کر دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک بن جاتا ہے۔ پاکستان دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ اس نے بہت ترقی کی ہے اور دنیا بھر کے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں لیکن ہندوستان خواہ مخواہ جھگڑتا......

ملا: ٹھہرو ٹھہرو۔ یہ میں بتاؤں گا۔

خانم: نہ نہ...... یہ تو مجھے بتانے دو۔ تم نہیں ٹھیک بتا سکتے۔

ملا: ارے واہ خانم تو کیا بتاؤ گی۔ تمہیں تو بتاتے بتاتے بیچ میں ہی نیند آ جائے گی۔

خانم: تو! ملا تم نے تو باتیں کر کر کے ہی میری طبیعت کو تھکا دیاں۔ نیند تو بیچاری آئیں گی ہی۔

ملا: اسی لیے تو کہتا ہوں مجھے بتانے دو نا۔ ہاں تو منے دو سال پہلے کیا ہوا کہ ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کر دیا۔

منا: ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ کیوں حملہ کر دیا۔ بڑی شرمناک بات ہے۔

ملا: چپکے سے سنو نا۔ ہاں تو ہندوستان کہتا تھا کہ کشمیر میرا ہے۔ اصل میں کشمیر کی ریاست پاکستان کے پاس ہونی چاہیے۔ بس اس جھگڑے کی وجہ سے ہندوستان نے بڑی شان میں آ کر سوچا کہ پاکستان سے لڑ کر اپنی بات منوا لے، لیکن پاکستانی ایسی بہادری سے لڑے، ایسی بہادری سے لڑے......

زمان: ابا ابا ایسے لڑے ہوں گے۔ اے یوں۔ او یوں۔ پھر یوں۔ (مکے بازی کرتا ہے)

خانم: ارے منے کیاں کرتے ہوں۔ ایسے اچھلو گے تو پھر گر پڑوں گے۔ کچھ تو خیال رکھا کرو۔ لو اب میں بتاتی ہوں۔ پاکستانیوں نے ہندوستانیوں سے جنگ کی اور ان کو مار کر بھگا دیا۔

زمان: آہاہاہاہاہا۔ بھگا دیا۔ واہ واہ۔ ابا ابا مجھے جہاں جنگ ہوئی تھی وہاں لے کر جایئے گا۔ میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔

(ہوائی کمپنی کی اناؤنسر کی آواز آتی ہے۔ یہ آواز اس سلسلے کی اناؤنسر سے لی جا سکتی ہے)

اناؤنسر: ترکی سے آنے والے ملا نصر الدین متوجہ ہوں۔ ترکی سے آنے والے ملا نصر الدین متوجہ ہوں۔ ان کے لیے لاہور سے ایک پیغام ہے۔ ان کے لیے لاہور سے ایک پیغام ہے۔

زمان: ابا۔ ابا۔ ابا۔ کوئی آپ کا نام لے کر بلا رہا ہے۔

خانم: ارے ملاں جاؤں ناں وہ دیکھو وہ کہہ رہے ہیں کہ تمہارا کوئی پیغام لاہور سے آیا ہیں۔ جاؤ۔

ملا: اچھا!! تم ٹھہرو میں ابھی پیغام لے کر آتا ہوں۔ دیکھو منے تم کوئی شرارت نہ کرنا۔ (ملا جاتا ہے)۔

زمان: ابا گئے۔ ہوں۔ ہوں۔ اب میں کیا کروں۔ میرا خیال ہے میں ذرا باہر جا کر جہازوں کو دیکھوں۔

(ایک جہاز کے لینڈ کرنے کی آواز آتی ہے)

اوئے ہوئے ہوئے ہوئے۔ کیسی زور کی آواز ہے۔ (خانم کو دیکھ کر جو اونگھ رہی ہے) توبہ امی تو ایسی سوتی ہیں کہ اس جہاز کی آواز بھی ان کو جگا نہیں سکتی۔ میں ذرا باہر جا کر جہاز دیکھ لوں۔

خانم: اوں؟ جگادیا مجھ کو۔اوں ہوں۔کیابانت ہیں منے؟

زمان: امی میں ذرا باہر جا کر جہاز کو دیکھ لوں۔

خانم: آئیں ہائیں کیا کرتے ہوں۔اس کے پنکھوں کی ہوا تو اتنی تیز ہوتی ہے کہ تم تو اس میں اُڑ ہی جاؤ گے۔یہیں سے دیکھ لونا۔

زمان: امی جہاز بھی عجیب چیز ہے۔سب کو پیٹ میں اٹھا کر آسمان پر اُڑ جاتا ہے۔مجھے تو بڑا ہی مزہ آیا اور وہ جو جہاز میں ٹافیاں کھلاتے ہیں وہ تو مجھے بڑی ہی اچھی لگیں۔

خانم: ہاں منے۔مجھے یاد آیا تم نے تو اتنی ساری ٹافیاں اٹھالی تھیں۔یہ تو اچھی بات نہیں۔وہ سب تم کیسے کھاگئیں۔

زمان: سب میں نے تو نہیں کھائیں۔وہ آدھی تو ابا مجھ سے لے کر کھا گئے تھے؟

خانم: ہائیں۔نصر الدین کھا گئے تھیں؟؟ تو پھر تم نے مجھے کیوں نہ دیں؟؟ وہ تو مجھے بھی بہت اچھی لگی تھیں۔

ملا: (زور سے بولتے ہوئے آتے ہیں) ارے خانم۔خانم۔خانم۔

خانم: شی۔شی۔کیا ہوگیاں ملاں اتنی زور سے بول رہے ہوں۔اور مسافر بھی تو بیٹھے ہیں یہاں۔آہستہ بولو۔

ملا: (آہستگی سے) وہ دیکھو خانم میرے دوست غازی خان کا پیغام آیا ہے۔لاہور سے۔ اس نے تم کو سلام لکھا ہے اور منے کو پیارا کہا ہے کہ ملا نصر الدین آپ فوراً لاہور چلے آئیں۔میں نے دفتر سے چھٹی لے لی ہے اور میں آپ کو خوب سیر کرواؤں گا۔ آہاہاہاہا اور پھر آپ کو وہ جگہ بھی دکھاؤں گا جہاں جنگ ہوئی۔ہوں۔ہوں۔(ہنستا ہے)

چلو خانم چلو۔اب دوسرے جہاز سے لاہور جائیں گے۔پھر سے اڑیں گے۔ پھررررر......پھرر...... جہاز بھی بڑے مزے کی چیز ہے۔ایسے اڑتا ہے۔ایسے (ہاتھ سے اڑنے کے اشارے) اور بادل بھی نیچے رہ جاتے ہیں۔ہاہاہا ہم پھر جہاز میں بیٹھ

جائیں گے۔

منا: اور اس میں پھر ہری ہری لڑکیاں مجھ کو ٹافی بھی لا کر دیں گی۔

ملا: ہری ہری لڑکیاں؟

خانم: ارے منا ان کو کہہ رہا ہے جو آ کر کھانا بھی دیتی ہیں۔کیا کہتے ہیں ان کو اونہہ انگریزی کا کچھ نام ہے۔خیر تو ملا تم کیسے عجیب آدمی ہو سب ٹافیاں تم ہی کھا گئے۔مجھ کو بھی تو دینا۔ دو گے نا؟؟

ملا: ارے خانم اب لڑنے کا وقت نہیں ہے۔چلو جلدی سے تھوڑی سیر کراچی کی کر لیں پھر جہاز پکڑیں گے۔چلو چلو۔چلو چلو۔سیروفی الارض......

(خانم شیشی کر کے چپ کراتی ہے۔فیڈ آؤٹ)

اناؤنسر: لیجئے بھئی اب تو ملا نصر الدین پاکستان آگئے ہیں اور کراچی کی سیر کر رہے ہیں۔دیکھئے اگلی مرتبہ کہاں ملتے ہیں۔اچھا بچو۔اب خدا حافظ۔ پھر ملیں گے۔

(فیڈ آؤٹ)

Scanned with CamScanner

ملانصرالدین22

کردار	آرٹسٹ
اناؤنسر	نسرین سعید
غازی خان	
ملانصرالدین	اختر عباس
خانم	یاسمین طاہر

Scanned with CamScanner

اناؤنسر: ملانصر الدین اور غازی خان کی ایک دوسرے سے مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے اس لیے دونوں بہت خوش ہیں۔ غازی خاں، ملانصر الدین کو روز سیر کرانے کے لیے لے جاتے ہیں۔ دو سال پہلے انہی دنوں میں ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کیا تھا اس لیے ملانصر الدین غازی خان سے جنگ کی بھی باتیں خوب سنتے ہیں اور غازی خاں بتاتے رہتے ہیں کہ پاکستان کی بہادر فوجوں نے دشمن کو کس طرح سے شکست دی۔ ابھی ابھی ملانصر الدین واہگے سے ہو کر آئے ہیں اور غازی خان نے ان کو وہ تمام جگہیں دکھائی ہیں جہاں جہاں جنگ ہوتی رہی تھی۔ اب دونوں وہاں سے واپس پر شالا مار باغ کی سیر کر رہے ہیں۔ آیئے ہم بھی دیکھیں کہ ملانصر الدین کو پاکستان کا یہ مشہور باغ کیسا پسند آرہا ہے۔

(ملانصر الدین اور غازی خان کی ایک ترانہ گاتے ہوئے آواز فیڈ اِن ہوتی ہے۔ دونوں بہت لہک لہک کر گا رہے ہیں۔ پتلے ابھی سامنے نہیں آئے۔ نظر کے سامنے شالا مار باغ ہے۔ تھوڑی دیر گانے کے بعد دونوں پتلے سامنے آتے ہیں) ''خطۂ لاہور تیرے جاں نثاروں کو سلام'' گایا جائے۔

غازی خان: واہ واہ ملانصر الدین آپ تو یہ قومی ترانہ بہت اچھی طرح سے سیکھ گئے ہیں۔

ملا: (ہنس کر) ہاہا...... میں بہت جلدی سیکھ جاتا ہوں اور یہ بات تو سب مسلمانوں کو سیکھ ہی لینی چاہیے۔ پاکستان کی بہادر فوجوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ اپنے سے چھ گنا زیادہ طاقتور دشمن کو ایسی زبردست شکست دی کہ واہ واہ...... واہ واہ...... واہ واہ۔ غازی خان اگر میں یہاں ہوتا نا اس وقت جب جنگ ہو رہی تھی تو میں دشمنوں کو یوں مارتا۔ اے یوں۔ پھر یوں۔ پھر یوں۔

غازی خان: شاباش آپ ہمارے دوست ہیں ملانصر الدین۔

ملا: (بہت خوش ہیں) او غازی خان میں تو بہت پکا دوست ہوں پاکستان کا۔ میں تو

پاکستانی فوج کے ساتھ مل کر لڑتا۔ دیکھو۔ دیکھو۔ وہ ہے نا پل۔ وہ نہر کا پل جو تم نے مجھ کو دکھایا تھا جہاں لڑائی ہوئی تھی۔

غازی خان: ہاں ہاں ملا نصر الدین کہیے۔

ملا: ہاں تو غازی خان میں یہ کرتا پاکستانی فوج کے ساتھ مل کر پانی میں تیرتا ہوا جا کر اس پل کو اڑا دیتا۔ ہیں سمجھے! اُڑا کر دشمن تو دوسری طرف رہ جاتا ہے نا! پھر میں تیزی سے ایسے اور ایسے تیرا ہوا نہر کے پار چلا جاتا اور دشمن سے خوب لڑائی کر کے مار مار کر، مار مار کر، مار مار کر بھگا دیتا۔ بس بھگا دیتا۔

غازی خان: ہاہاہا...... ایسا تو میں نے بھی کیا۔ خوب بھگایا۔ مار مار کر بھگایا۔

ملا: اور غازی خان پھر معلوم ہے کیا کرتا میں۔ میں...... بھاگ کر برکی کے محاذ پر جاتا اور میں برکی میں ایک توپ لگا کر اس میں ایک بڑا سا گولہ بھر دیتا اور پھر ایسے ...... احتیاط سے...... دیکھ کر...... نشانہ باندھ کر گولہ چلا دیتا۔ پھر دشمن بھاگتا۔ پھر میں اور گولہ چلاتا۔ دشمن اور بھاگتا۔ پھر میں اور گولہ چلاتا، دشمن بھاگتا...... بھاگتا جاتا...... بھاگتا جاتا۔

غازی خان: ملا نصر الدین پھر آپ کیا کرتے؟

ملا: اور پھر غازی خان میں جہاز پر چڑھ جاتا۔ اوہ قیامت خیز مجھے پہلے خیال کیوں نہ آیا۔ واہ واہ غازی خان میں جہاز پر چڑھ کر دشمن کو بندوقیں چلا چلا کر اتنا بھگاتا۔ بس وہ اپنے گھر بھاگ جاتا۔ ہا ہا ہاہاہا۔ بس ایسے کرتا میں غازی خان۔ آپ نے بھی ایسا ہی کیا؟؟ ہیں غازی خان آپ نے بھی ایسا ہی کیا؟؟

غازی خان: ملا نصر الدین بات یہ ہے کہ جنگ کوئی آسان کام نہیں ہے...... کیا تو ہم نے بھی ویسا ہی جیسا آپ کہہ رہے ہیں یعنی دشمن کو مار کر بھگا دیا لیکن فوج کے ذریعے ایسا کیا۔ ہم لوگوں نے حکومت اور فوج کی مدد کی۔ میدان جنگ میں لڑنا فوج کا کام ہے اور فوجیوں کو یہ کام سکھایا جاتا ہے، بہت محنت کرائی جاتی ہے۔ اور جب

وہ اچھے لڑنے والے بن جاتے ہیں تو ان کو ملک کو بچانے کا ذمہ دے دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم لوگوں کو جو شہروں میں ہیں دوسرے کام دیئے جاتے ہیں جن سے فوج کو اپنے کام میں مدد ملے اس لیے ہمیں محاذ پر تو نہیں بھیجا جا سکتا تھا کیوں کہ میں نے فوج کا کام سیکھا نہیں ہوا، اس لیے میں شہر کو ہوائی حملے سے بچانے کے لیے کام کرتا تھا۔

ملا: اچھا۔ اچھا۔ ہاں میں سمجھا۔ بات تو ٹھیک ہے۔ فوج ہی کا کام ہے لڑنا تو۔ ہم کو تو فوج کی مدد کرنی چاہیے۔ میں بھی فوج کی مدد ہی کرتا۔

غازی خان: ملا نصر الدین آپ اور ہم تو یہاں باتیں کر رہے ہیں وہ آپ کی بیگم صاحبہ کہاں تشریف لے گئیں؟

ملا: (اپنے آپ سے) اوہ خانم...... ابھی تو ہمارے ساتھ چلی آ رہی تھی۔ کہیں باغ میں سو ہی نہ گئی ہو۔ (غازی خان سے) وہ غازی خان میں ابھی دیکھتا ہوں۔ معاف کیجیے گا۔ (جاتے ہوئے) خانم...... خانم...... خانم......

غازی خان: اچھا ملا نصر الدین تو دیئے خانم کو دیکھنے کے لیے۔ میرا خیال ہے کہ خانم کو یہ باغ بہت پسند آیا ہے، اس لیے وہ کہیں سیر کرتی ہوئی دوسری طرف کو نکل گئی ہیں۔

ملا: (دور سے آواز)

غازی خان: اچھا ابھی تک ملی نہیں! خیر آ جائیں گے۔ اچھا تو اتنے میں میں یہ سوچ لوں کہ ملا نصر الدین اگر اس باغ کے بارے میں کچھ پوچھیں تو انہیں کیا کیا کچھ بتایا جائے (سوچ رہا ہے) ہوں۔ ہوں۔

خانم: (دور سے آواز)

آئے ہائے یہ باغ تو بہت ہی اچھا ہے۔ میں وہاں ادھر بارہ دری میں بیٹھی تو مجھیں کچھ نیندی سی آ گئیں...... یہاں ہوا بھی بہت اچھی چلتی ہیں اور پھول بھی کتنے پیارے ہیں......

غازی خان: اوہ ملا نصر الدین اور بیگم صاحبہ تو آ گئے۔ آیئے آیئے۔ معلوم ہوتا ہے آپ تو اکیلی سیر کرنے چلی گئی تھیں۔ ہم یہاں باتیں کر رہے تھے۔ ہمیں پتہ ہی نہ لگا۔

خانم: جی ہاں۔ دراصل یہ باغ بہت ہی پیارا ہے۔ کیا نام ہے اس کا؟ ہاں شالامار باغ ہی ہے نا اس کا نام؟

ملا: ارے ہاں خانم یہ شالامار باغ ہی تو ہے۔ بڑا پرانا باغ ہے۔ خان صاحب ذرا ہمیں باغ کے بارے میں بھی تو کچھ بتایئے کتنا پرانا ہے یہ؟؟

غازی: ملا نصر الدین یہ باغ مغل بادشاہ شاہجہاں نے سن 1637ء میں شروع کروایا تھا یعنی آج سے کوئی تین سو سال پہلے۔

ملا: اچھا۔

غازی: اور ملا نصر الدین اس باغ کو تیار ہونے میں ایک سال چار مہینے اور پانچ دن لگے اور ملا صاحب اس پر بہت ہی روپے خرچ ہوئے۔

خانم: اچھا! کتنے روپے خرچ ہوئے۔

غازی: بیگم صاحبہ! اس باغ کے بننے میں چھ لاکھ روپے۔ سمجھے آپ۔ چھ لاکھ روپے اور اس کے اندر جو نہر ہے وہ آپ دیکھ رہی ہیں نا، اس نہر پر دو لاکھ روپے اور صرف ہوئے یعنی کل آٹھ لاکھ روپے لگے۔ اور اس میں شاہجہان پہلی مرتبہ 1643ء میں داخل ہوا۔ بس اس کے بعد وہ یہاں اکثر آتا رہتا تھا اور کئی بادشاہ بعد میں بھی آتے رہے۔ اس میں اس زمانے میں سات حصے تھے جنہیں تختے کہا جاتا تھا۔ اب اس میں کل تین حصے باقی رہ گئے ہیں۔ اب یہ جو آپ تخت اور فوارے اور بارہ دریاں دیکھ رہے ہیں سب انہی میں واقع ہیں۔ اب بارہ دریوں میں بعض اوقات ملکہ اور محل کی بیگمات بھی ٹھہرا کرتی تھیں۔

ملا: غازی خان صاحب اس کے باقی حصے کیا ہو گئے۔

غازی: بس ملا نصر الدین جب مغل بادشاہوں کی حکومت ختم ہو گئی اور دوسرے لوگوں نے

ہمارے ملک پر قبضہ کر لیا تو کسی نے اس کا خیال نہ رکھا اور آہستہ آہستہ اس کے کچھ حصے تباہ ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے یہاں کے قیمتی پتھر اور اچھی اچھی چیزیں بھی نکال لیں لیکن پاکستان بننے کے بعد اس کی مرمت شروع ہوئی جو اسی سال مارچ میں ختم ہوئی ہے۔ اس باغ میں پاکستان آنے والے سب شاہی مہمان آتے ہیں۔ اب اس میں فواروں کے نیچے اور درختوں پر اور پھولوں کے گرد روشنیاں بھی لگا دی گئی ہیں۔ اب یہ شام کو اور رات کو بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

خانم: ارے ملا تم نے اس میں بنی ہوئی آبشاریں دیکھی ہیں جن پر سے پانی گرتا ہے اور آگے سفید سنگ مرمر کا تخت بچھا ہوا جس پر بادشاہ بیٹھتے ہوں گے۔

ملا: آیئے غازی خان اس باغ کی اچھی طرح سے سیر کریں۔ میں گھوم پھر کر پوری طرح دیکھنا چاہتا ہوں۔

خانم: لیکن ملا ذرا جلدی جلدی دیکھنا چاہیے۔ اب تک منا بھی چڑیا گھر دیکھ چکا ہو گا۔ جا کر اس کو بھی چڑیا گھر سے لینا ہوں گا۔

غازی: چلیئے چلیئے میں آپ کو سیر کرواتا ہوں۔ چلیئے۔

ملا: ارے آیئے غازی خان صاحب ذرا وہ ترانہ بھی گاتے چلیں آیئے۔ آیئے۔ (دونوں "خطۂ لاہور تیرے جاں نثاروں کو سلام"، "ارض شالامار راوی کے کناروں کو سلام" گاتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔)

اناؤنسر: لیجئے بھئی ملا نصر الدین تو شالامار باغ کی سیر کرنے چلے گئے۔ ہیں ابھی ان کو پاکستان میں اور بھی بہت کچھ دیکھنا ہے کیونکہ وہ اس مہینے کے آخر میں پاکستان سے چلے جائیں گے۔ 27 ستمبر کو وہ آخری مرتبہ آپ سے ملیں گے۔ آیئے اب ہم بھی چلیں اور ملا نصر الدین کو سیر کرنے دیں۔ دیکھیں اگلی بار وہ کہاں کی سیر کرتے ہیں۔

خدا حافظ۔

Scanned with CamScanner

ملانصرالدین 23

کردار	آرٹسٹ
اناؤنسر	
ملانصرالدین	
خانم	
زمان	
غازی خان	

اناؤنسر: آج ملا نصر الدین نے ایسے دوست غازی خان اور خانم اور منے کے ساتھ بڑی ہمت کی اور سوچا ہے کہ لاہور کی اکثر مشہور چیزیں دیکھ ڈالیں۔ یہ سب آہستہ آہستہ لاہور کی بادشاہی مسجد کے مینار پر چڑھ گئے ہیں اور ارادہ یہ ہے کہ یہاں سے پورے لاہور کو دیکھیں۔ ملا نصر الدین بہت تھوڑے دنوں کے لیے ہیں نا پاکستان میں اور لاہور تو کم از کم ایک ہزار سال سے بہت مشہور شہر ہے۔ یہاں دیکھنے اور سیکھنے کو بہت کچھ ہے۔ اس لیے ایک ایک جگہ تو ملا نصر الدین اتنی جلدی نہیں دیکھ سکتے بس یہ سوچ کر ملا نصر الدین نے فیصلہ کیا کہ ان تھوڑے سے دنوں کا فائدہ اٹھایا جائے کہ لاہور کو مینار کے اوپر چڑھ کر ایک نظر دیکھ لیا جائے۔ آیئے ہم بھی ملا نصر الدین کے ساتھ ساتھ شہر کا نظارہ کریں۔

(پردہ اٹھتا ہے مینار کا اوپر ترین حصہ ہے۔ اس میں داخل ہونے کا نہ تو کوئی راستہ دائیں ہے نہ بائیں۔ صرف اس میں داخل ہونے کی ایک ہی صورت ہے وہ ہے سیڑھیوں سے اوپر آنا۔ اس لیے پتلے آہستہ آہستہ نیچے سے اوپر آتے ہیں۔ پہلے پتلے کا سر دکھائی دیتا ہے پھر آہستہ سے بل پرے ہو کر جتنا دھڑ دکھایا جا سکے...... شروع کی گفتگو جو ذیل میں درج کی گئی ہے پتلوں کے نمودار ہونے سے پہلے سنائی دے رہی ہے اور اس میں کسی قدر Echo ہے۔ سیٹ کے عقب میں صرف نیلا آسمان ہے۔ آج کل کا منور بادلوں سے سجا ہوا نکھرا ہوا آسمان......)

ملا: سیروفی الارض (سانس پھولی ہوئی ہے)

خانم: آئیں ہائیں ملاں۔ شور نہ مچاؤں۔ بہت تھکان ہو گئی ہے۔

ملا: اُف میں بھی بہت تھک گیا ہوں۔ ابا۔ ٹیوں...... ٹیوں...... (وقفہ کے بعد)

زمان: ٹیوں ٹیوں...... (وقفہ) ٹیوں...... ٹیوں......

Scanned with CamScanner

غازی: (نسبتاً مضبوط آواز میں)

اوہ بچے تم کو تو میں گود میں اٹھا کر بھی اوپر پہنچا سکتا ہوں۔ چلیئے آپ ذرا ہمت کیجئے۔

ملا: (سیڑھیوں سے اوپر اب مینار کے چبوترے ہیں یعنی دیکھنے والوں کے سامنے آہستہ آہستہ ملا کا سر اور پھر دھڑ نمودار ہونا شروع ہوتا ہے)۔

وائے، ہائے۔ بہت سیڑھی ہے یہ تو۔ میں تھک ہی گیا۔ آئے ہائے۔ ہائے۔ (اب تک مینار پر پہنچ چکے ہیں اور آس پاس دیکھ کر باغ باغ ہو چکے ہیں) ارے واہ واہ۔ (اِدھر اُدھر دیکھ کر) واہ۔ واہ۔ یہاں سے تو بہت کمال کا نظارہ ہے۔ آؤ آؤ خانم۔ زمان جلدی آؤ۔ یہاں تو بہت مزہ آ رہا ہے۔ آؤ۔ آؤ۔

خانم: (آہستہ آہستہ نمودار ہو رہی ہے)۔

آئیں ہائیں۔ آں تو رہی ہوں ملاں۔ کیاں دیکھ لیاں ہیں تم نے۔ (اب نمودار ہو چکی ہے) ہائیں ہائیں ملاں ہائیں ہائیں یہاں سے تو تمام شہر نظر آتاں ہے۔ دیکھوں توں۔ مکان ہی مکان ہیں۔ اور ادھر باغ ہیں، ادھر ایک دریا بھی...... ارے ملاں غازی خاں صاحب سے پوچھوں ناں۔

ملا: (جھانک کر)

اوہو زمان تم غازی خان صاحب کی گود سے اتر کر خود آ جاؤ ناں۔

زمان: (جلدی سے)

اچھا ابا اچھا۔ اب تو میں آرام کر چکا ہوں۔ (نمودار ہوتا ہے) ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔

غازی: (نمودار ہو کر)

واہ واہ ماشاءاللہ ہمارا یہ مسجد بہت علیٰ اعلیٰ درجے کا ہے۔ آپ کو پسند آیا۔

ملا: بہت غازی خان۔ اتنی بڑی مسجد تو میں نے کبھی بھی نہیں دیکھی۔

غازی: (ہنس کر)

اوہو ملا صاحب اتنی بڑی مسجد تو بس یہیں ہے۔ اس مسجد کو ہم بادشاہی مسجد کہتے ہیں۔ یہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے جو ساتویں مغل شہنشاہ تھے، بنوائی تھی اور یہ دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

خانم: ارے ملاں! یہ توں دنیاں کی سب سے بڑی مسجد ہیں۔ اوہنوں۔ اور پوچھوں ملاں۔ غازی خاں اور بھی بتا سکتے ہیں۔

ملا: غازی خان یہ تو بہت خوبصورت اور اچھی بنی ہوئی ہے۔ ذرا کچھ اور بھی بتایئے اس کے بارے میں۔

غازی: ملا میں شروع سے بتاتا ہوں۔ آپ جب مسجد میں آنے کے لیے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے تو آپ کو یاد ہے آپ نے کتنی سیڑھیاں چڑھی تھیں؟

ملا: (سوچ کر)

اوں۔ نہیں۔ میں نے گنا تو نہیں۔

غازی: اچھا میں بتاتا ہوں۔ صدر دروازے سے داخل ہونے سے پہلے بائیس سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ ان سیڑھیوں میں کابلی پتھر جس کو سنگ ابری کہتے ہیں استعمال کیا گیا تھا لیکن جب وہ ٹوٹ گیا تو ابھی چند سال پہلے اس کی مرمت کی گئی اور سنگ سرخ لگا دیا گیا اور وہ سامنے جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ دروازہ۔ یہ دروازہ شاہی قلعے کا ہے۔ (Slide) یہ دروازہ اکبری دروازہ کہلاتا ہے۔ اورنگ زیب جب نماز کے لیے اس مسجد میں آتے تو اسی دروازہ سے نکل کر آتے تھے۔ اچھا اور دیکھئے...... اندر داخل ہونے کی سیڑھیوں کے ساتھ ہی علامہ اقبال کا مزار ہے۔ علامہ اقبال بڑے عالم تھے اور بہت بڑے شاعر تھے۔ انہوں نے ہی پاکستان بنانے کا خیال لوگوں کو دلوایا تھا۔

زمان: اچھا اچھا ان کا نام تو میں نے بھی اپنی کتاب میں پڑھا ہے۔

Scanned with CamScanner

خانم: اچھاں! تو تم علامہ اقبال کا نام پہلے سیں ہی جانتے ہوں۔ چلو خیر اب چپکے چپکے سنو۔ غازی خاں صاحب کیا بتا رہے ہیں۔

غازی: ہاں تو میں یہ بتا رہا تھا کہ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ایک بہت بڑا دروازہ نظر آتا ہے۔ اس میں سنگ مرمر بھی لگا ہوا ہے۔ یہ دروازہ 66 فٹ اونچا اور 62 فٹ چوڑا ہے۔ اس کے اوپر دو منزل عمارت ہے جہاں امام وغیرہ رہتے تھے۔ اس دروازہ کی ڈیوڑھی سے گزرنے کے بعد ایک بہت بڑا صحن نظر آتا ہے۔ یہ صحن 528 فٹ لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہے۔ یہ فرش بھی پہلے اینٹوں کا ہی تھا اور اس پر سنگ موسیٰ اور سنگ رفام سے مصلے بنے ہوئے تھے لیکن جب وہ ٹوٹ گئے تو کچھ سال پہلے ان کی جگہ سنگِ سرخ کی سلیں لگا دی گئیں۔

ملا: اچھا! بیچ میں ایک حوض بھی تو ہے؟

غازی: ہاں۔ یہ حوض کوئی پچاس فٹ لمبا اور پچاس فٹ چوڑا ہے۔ اور وضو کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ اچھا بھلا بتایئے تو اس حوض میں کتنی ٹونٹیاں ہیں؟!

زمان: میں بتاتا ہوں۔ میں بتاتا ہوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ ٹیوں۔ چار ہوں گی چار۔ ہر طرف ایک۔

غازی: (ہنس کر)

ارے نہیں منے اس کی کل 128 ٹونٹیاں ہیں۔ حوض سے آگے منے دالان کے بعد، مسجد کی عمارت شروع ہو جاتی ہے جس کو درس گاہ بھی کہتے ہیں۔ درسگاہ کا مطلب ہوتا ہے وہ جگہ جہاں سبق پڑھایا جائے جیسے سکول۔ اس عمارت میں بڑی بڑی محرابیں اور تین گنبد ہیں جو سفید سنگ مرمر سے بنے ہیں۔ کیوں ملا نصر الدین سب سمجھ رہے ہیں آپ؟

ملا: ہاں ہاں۔ بالکل سمجھ رہا ہوں۔ یہ سب باتیں تو مجھ کو یاد بھی رہیں گی۔ لیکن غازی خان! جس مینار پر ہم کھڑے ہیں اس کے بارے میں کچھ بتایئے۔

غازی: مینار! اوہ آپ تھک گئے چڑھتے چڑھتے اس لیے اس لیے بھولے نہیں۔

(تینوں اکٹھے)

نہیں نہیں۔ (ملا)

اب تو ٹھیک ہیں (خانم)

میں تو بالکل نہیں تھکا (منا)

اب تو تھکان اتر چکی ہے (ملا)

غازی: دیکھئے ایک مینار تو یہ ہے جس پر آپ کھڑے ہیں اور تین مینار مسجد کے باقی تین کونوں پر ہیں۔ ان میناروں میں سے ہر ایک کی بلندی ایک سو چھہتر فٹ (176) اور چار انچ ہے۔ اور چوٹی پر جیسے آپ دیکھ رہے ہیں سنگ مرمر کے گنبد بنے ہوئے ہیں۔

زمان: ابا۔ ابا۔ اب ادھر دیکھئے۔ ادھر۔ وہ (انگلی سے ایک طرف کو اشارہ کر رہا ہے) وہ دیکھئے۔ امی آپ بھی تو دیکھئے۔ دیکھئے نا۔

خانم: ارے کہاں دکھاں رہے ہوں منے۔

زمان: وہ دیکھئے دو تین مینار نظر آ رہے ہیں کسی چیز کے وہ کیا ہے؟

غازی: وہ...... وہ منے...... یہ بھی تم نے اچھا یاد دلایا...... یہ مینار جو تمہیں نظر آ رہے ہیں۔ جہانگیر بادشاہ کے مقبرے کے ہیں لیکن ہیں چار، یہاں سے تین نظر آتے ہیں۔

ملا: ہائیں۔ یہاں سے تین کیوں نظر آتے ہیں؟

غازی: بس ملا نصر الدین یہ مینار بنانے والے نے اس ترتیب سے بنائے ہیں کہ آپ اس مسجد کے کسی بھی مینار سے جہانگیر کے مقبرے کے میناروں کو دیکھیں، تین ہی نظر آئیں گے اور اگر جہانگیر کے مقبرے سے ادھر دیکھیں تو اس مسجد کے بھی تین مینار ہی نظر آئیں گے۔

Scanned with CamScanner

ملا: اچھا غازی خاں! اس مقبرے سے ادھر راستے میں وہ دریا کون سا ہے۔

غازی: ملا نصر الدین اس دریا کا نام راوی ہے۔ یہ دریا اورنگزیب کے زمانے میں اس مسجد کی دیوار کے ساتھ ساتھ بہتا تھا لیکن اتنے عرصے میں آہستہ آہستہ ادھر چلا گیا۔ اب دریا راوی پر ایک نیا پل بھی بن رہا ہے۔

خانم: اچھا خان صاحب ادھر، اس طرف ہے۔ اس بڑے میدان میں یہ مینار کیسا بن رہا ہے؟

غازی: خانم یہ بھی بہت اہم جگہ ہے۔ یہ باغ اقبال پارک کہلاتا ہے اور یہاں ہی ہندوستان کے مسلمانوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے لیے ایک علیحدہ ملک مانگیں گے اور ایک جلسے میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی جس کے بعد سب نے مل کر کوشش کی اور پاکستان بنا۔ یہ مینار اس کے اردگرد جو کچھ بن رہا ہے "یادگار پاکستان" کہلاتا ہے۔

زمان: ابا۔ ابا۔ ابا۔ ابا۔ ابا...... ادھر دیکھئے وہ ایک کتنا بڑا دروازہ اور (شاہی قلعے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہے) دیکھا آپ نے! اور اس سے ادھر ایک گنبد بھی ہے سنہرے رنگ کا۔ یہ سب کیا ہے؟

غازی: منے یہ دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ وہ دروازہ شاہی قلعہ کا ہے۔ اس دروازے سے اب لوگ اس پرانے قلعے کو دیکھنے کے لیے جاتے ہیں۔ یہ قلعہ اندازاً چار سو سال پرانا ہے۔ اس کے ساتھ کا دوسرا دروازہ جسے عالمگیری دروازہ کہتے ہیں وہ مغلوں کے دور کے بعد انگریزوں نے بند کر دیا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد اسے سردار عبد الرب نشتر نے پھر سے کھول دیا تھا اور منے وہ جو آپ دوسری سنہری رنگ کی چھوٹی سی چوٹی اور لمبوترا گنبد دیکھ رہے ہیں نا؟ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مڑھی کہلاتی ہے۔

خانم: غازی خاں صاحب ہم نے اس طرف کا تو سارا حصہ دیکھ لیا ہے۔ اب ذرا اس

طرف کو بھی بتائیے۔ دیکھئے کیسے سارا شہر نظر آتا ہے۔ مکان ہی مکان ہیں۔ کوئی اونچے کوئی نیچے۔ کہیں سڑکیں ہیں کہیں باغ ہیں۔

غازی: خانم۔ یہ تو سارا شہر ہے اس طرف پرانا بھی اور نیا بھی۔ ان میں جو خاص چیزیں یہاں سے نظر آتی ہیں وہ میں بتا دیتا ہوں۔ دیکھیے وہ جو ایک اونچا سا مینار ہے۔ وہ ایک نئی مسجد کا ہے جو انارکلی بازار کے لوہاری دروازہ کی طرف چوک میں بنی ہے۔ اس مینار کی وجہ سے مینار مسجد کہلاتی ہے اور وہ گرجے کی طرح شکل کی جو اونچی عمارت نظر آ رہی ہے، وہ گورنمنٹ کالج ہے اور وہ اس طرف یہ سڑک جو اس مسجد کے ساتھ ساتھ گزر رہی ہے، راوی روڈ کہلاتی ہے اور اس پر پاکستان کے مشہور مصور عبد الرحمٰن چغتائی رہتے ہیں۔

ملا: اوہ چغتائی صاحب کی تصویریں تو میں نے بھی دیکھی ہیں۔ بہت خوبصورت تصویریں بناتے ہیں وہ۔ میرا خیال ہے میں اس کو چغتائی روڈ کہوں گا۔

خانم: اہم۔ اہم۔ میرا اں خیال ہے ملاں اب یہاں سے چلیں اوپر چڑھتے چڑھتے میں تو تھک بھی گئی ہوں اور ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے۔ اگر میں سو گئیں تو کیسے اتاروں گے۔

ملا: (گھبرا کر)

اوہو۔ ہوہو۔ ارے سونا نہیں خانم...... بس چلتے ہیں فوراً غازی خان اب میرا خیال ہے یہاں سے چلیں۔

غازی: چلیے ضرور۔

(سب چلنے لگتے ہیں یعنی سیڑھیاں اترنے لگتے ہیں۔
آہستہ آہستہ نیچے غائب ہو جائیں گے۔ یہ باتیں سنائی دیتی ہیں)

زمان: خان صاحب یہ مسجد ہے کتنی پرانی؟؟

غازی: تقریباً تین سو سال پرانی ہے۔

Scanned with CamScanner

خانم: اچھاں۔ یہ تو بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔

غازی: ہاں اس کا بہت خیال رکھا گیا ہے اور جمعہ کی رات کو اس کے میناروں اور گنبد پر رنگین روشنی جگمگاتی ہے۔

(فیڈ آؤٹ)

اناؤنسر: بچو! ملا نصر الدین کے ساتھ لاہور کی سیر تو ہم نے بھی کر لی ہے۔ دیکھا بادشاہی مسجد کے بارے میں غازی خان نے کتنی بہت سی باتیں بتائی ہیں۔ اچھا بچو! اگلے بدھ کو ملا نصر الدین سے آخری مرتبہ ملیں گے۔ یاد رکھئے گا۔ ان کو خدا حافظ کہنا ہے اچھا اب ان شاء اللہ اگلے بدھ کو پھر ملاقات ہوگی۔

☆☆☆

Rs. 800.00

sangemeel.com
ISBN-10: 969-35-3367-4
ISBN-13: 978-969-35-3367-5
9 789693 533675

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور